



**MOHD. HUSAIN AZAD KE TANQEEDI NAZARYAT
(AABE HAYAT KE HAWALE SE)**

DISSERTATION SUBMITTED FOR THE DEGREE OF

Master of Philosophy

IN

URDU

BY

SHAHNAZ AKHTAR

**Under the Supervision of
Prof. A. M. K. Shaharyar**

**DEPARTMENT OF URDU
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH (INDIA)**

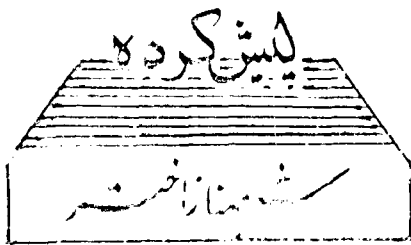
1992



سین انوار کے تنقیدی نظر

آب حیات کے حوالے سے

مقالہ برائے ایم۔ فیل



علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۹۹۲ء

DS2098



DS2098



شعبہ تعلیم و تربیت
وزارت تعلیم و تربیت
اسلام آباد

16.3.1992. تاریخ

TO WHOM IT MAY CONCERN

This is to certify that this M. Phil
dissertation which is being submitted by
Miss Shahnaz Akhtar is an original research
work done under my supervision.

A. M. K. Shahryar
(Prof. A.M.K. Shahryar)
Supervisor

Shahnaz
20/3/92

ترتیب

۱	مقدمہ	۱
۲	”آب حیات“ سے قبل تذکرہ نویسی کی روایت	۲
۳	اردو ادب کی تاریخ نویسی میں ”آب حیات“ کی اہمیت	۳
۴	”آب حیات“ میں آزاد کا تنقیدی زاویہ نگاہ	۴
۵	”آب حیات“ کی تحقیقی و تنقیدی قدر و قیمت کا جائزہ	۵
۶	کتابیات	۶

مقدم

مقدمہ

اردو تنقید کی تاریخ میں "آب حیات" کو نقش اول کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کی اس اہمیت کے پیش نظر مختلف لوگوں نے مختلف نقطہ ہائے نظر کے تحت اسے اپنے مطالعہ کا موضوع بنایا جس کے نتیجے میں مختلف حقائق سامنے آئے ہیں۔ ان میں اہم نام قاضی عبدالودود اور کیم الدین احمد کے ہیں۔ مقدم الذکر نے خالص تحقیقی نقطہ نظر سے اس کا مطالعہ کیا جس کے نتیجے میں حیرت انگیز انکشافات سامنے آئے۔ مورخ الذکر نے اسے ایک ترقی یافتہ تذکرہ قرار دے کر اس کی تنقیدی حیثیت پر مزائیہ نشان قائم کیا ہے۔ ان کے علاوہ دو اور اہم نام ہیں۔ ایک اسلم نرخی کا اور دوسرا مسعود حسن رضوی کا جنہوں نے اپنے مطالعہ میں متبادل اور متوازن رویہ اپنا کر محمد حسین آزاد کی تنقیدی خصوصیات کو اجاگر کیا۔ مختلف نقادوں نے "آب حیات" پر اپنے مخصوص انداز میں تبصرے کئے ہیں لیکن کم سے کم ان تنقیدی نظریات کا جائزہ نہیں لیا ہے جن پر "آب حیات" کی بنیاد ہے۔ آزاد سے پہلے تذکرہ نگاروں نے روایتی انداز میں اردو شعرا کے کلام پر ناقدانہ آرا دی ہیں لیکن آزاد کی تنقید کا راستہ ان سے مختلف ہے۔ آزاد اردو شاعری کو رسمی اور فرسودہ مضامین سے پاک کر کے نئی سمت دینا چاہتے تھے۔ "آب حیات" کے مطالعے سے ایک طرف تو ہمیں اپنے قدیم شعری سرمائے کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے، تو دوسری طرف اردو شاعری کو بدلتے ہوئے زمانے کے نئے تقاضوں کے پیش نظر رچ بسنے سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش نظر آتی ہے۔

ہرچند کہ "آب حیات" میں شاعری کی تنقید اس کی ماہیت اس کے اصول و ضوابط اور اس کے اغراض و مقاصد پر مفصل بحث نہیں کی گئی

ہے۔ تاہم اس کے صفحات پر محمد حسین آزاد کی تنقیدی بصیرت کے جواہر ریزے جابجا بکھرے پڑے ہیں۔ ان جواہر ریزوں کو بنیاد بنا کر محمد حسین آزاد کی تنقید نگاری کی خوبیوں اور خامیوں کو اجاگر کرنے کے لئے ایک مبسوط مقالے کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ یہ مقالہ "آب حیات" کے حوالے سے محمد حسین آزاد کی تنقید کو سمجھنے اور سمجھانے کی ایک حقیر سی کوشش ہے۔

میں نے اپنے مقالے کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ "آب حیات" سے قبل تذکرہ نویس کی روایت کے جائزے پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں ان اہم تذکروں کا ذکر کیا ہے جن سے محمد حسین آزاد نے اثر قبول کیا ہے۔

مقالے کے دوسرے حصے میں اردو ادب کی تاریخ نویس میں "آب حیات" کی اہمیت اور اس کی مسنویت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس حصے میں تذکرہ نویس اور تاریخ نویس کے فرق کو واضح کرتے ہوئے "آب حیات" کی ان خصوصیات کا ذکر کیا ہے جو اسے اپنے سے پہلے اور بعد کے تذکروں اور ادبی تاریخوں سے ممتاز کرتی ہیں۔

مقالے کے تیسرے حصے میں محمد حسین آزاد کے تنقیدی نظریات کا جائزہ لیا ہے جن پر "آب حیات" کی بنیاد ہے۔ ان نظریات کے تجزیے سے ایک ایسے تنقیدی نظام کا خاکہ ہمارے سامنے آتا ہے جو آزاد کو نہ صرف اپنے معاصرین میں ممتاز کرتا ہے بلکہ بعد کے تنقیدی ارتقاء پر آزاد کے اثرات کی نشاندہی کرتا ہے۔

مقالے کا چوتھا حصہ "آب حیات" کی تنقیدی و تحقیقی

قد روقیت کے جائزے پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں میں نے "آب حیات" کا تنقیدی و تحقیقی نوعیت سے محاسبہ کیا ہے اور اردو ادب میں اس کی قد روقیت متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ مقالہ امتاد محترم پروفیسر شہریار صاحب کی نگرانی میں لکھا گیا ہے۔ انہوں نے جس خلوص اور شفقت سے میری رہنمائی کی ہے اس کے لئے میں ان کی ممنون ہوں۔

مہتاب عزیز رزاقی - عذرا خاتون اور نثار احمد نے مقالے کی ترتیب کے دوران جو مدد کی اور ہر طرح کے تعاون کے جذبے کا اظہار کیا اس کے لئے میں ان کی تہ دل سے شکر گزار ہوں۔

صدر شعبہ اردو پروفیسر منظر عباس نقوی مولانا آزاد لائبریری کے اراکین اور شعبہ کے مہتمم انچارج کی ہمدردی اور تعاون کا شکریہ ادا کرنا بھی مجھ پر واجب ہے۔

شہناز اختر

شہنشاہ اختصار

(ریسرچ اسکالر)

شعبہ اردو

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۹۹۲ء

آبِ حیات سے قبل تذکرہ نویسی کی روایت

آب حیات سے قبل تذکرہ نویسی کی روایت

ہمارے ادب ہی سرمائے میں تذکروں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ تذکرے ہمارے ادب کا قدیم اور بیش قیمت سرمایہ ہیں۔ آب حیات کی قدر و قیمت کا محاکمہ کرنے کے لئے ہر تذکرہ نگار کا مطالعہ ضروری ہے کیونکہ آب حیات کی بنیاد تذکرہ نگاری ہی پر قائم ہے۔ آب حیات کی تنقیدی اور تحقیقی اہمیت سے ہم اس وقت تک واقف نہیں ہو سکتے جب تک ہم شعرائے اردو کے تذکروں کے تناظر سے واقف نہ ہوں۔ آزاد نے تذکرہ نگاری کے سرمائے سے استفادہ کرنے کے بعد ہی آب حیات لکھی اور تذکرہ نگاری پر مزید اضافے سے اس کو ادبی تاریخ میں تبدیل کیا۔ اردو شاعری کی طرح اردو میں تذکرہ نویسی کا رواج فارسی تذکروں کی بنیاد پر ہوا۔ چنانچہ اردو شاعروں کے تذکرے بھی فارسی شاعروں کے طرز میں لکھے گئے۔ ڈاکٹر حنیف نقوی نے "شعرائے اردو کے تذکرے" کے دیباچے میں لکھا ہے۔

"اردو میں یہ صنف دوسری متعدد اصناف ادب کی طرح فارسی کے راستے سے داخل ہوئی یہاں اس میدان میں ارباب قلم کی کاوشوں کے ابتدائی نمونے ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ء) کے قریب منظر عام پر آئے۔ اس زمانے سے ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء) میں اردو کی پہلی ادبی تاریخ آب حیات کی اشاعت کے زمانے تک تذکروں کا ایک طویل سلسلہ ملتا ہے جس کی بنا پر یہ دور بلاشبہ تذکرہ نگاری کا عہد زرین کہے جانے کا مستحق ہے۔" ^۱

تذکرہ نگاری کے آغاز کے متعلق حنیف نقوی کا خیال ہے۔

"اردو میں تذکرہ نویسی کا آغاز فارسی کے زیر اثر ہوا۔ اور فارسی تذکرہ نویسوں نے براہ راست عربی تذکرہ نگاروں سے اثرات

۱۔ شعرائے اردو کے تذکرے۔ نکات الشعراء سے گلشن بیہ خار تک۔ ڈاکٹر حنیف نقوی

قبول کثیر - ۱

منشی کریم الدین نے طبقات الشعراء میں لکھا ہے -

”..... کتب تذکرہ اور طبقات چونکہ شاخین فن تاریخ کی ہیں اس لئے اکثر اہل علم و فضل نے بلحاظ تکمیل فن تاریخ کے اس فن کی کتابیں ہر ایک زبان مروجہ میں جس کو یہ خیال پیرامون خاطر ہوا ہر تصنیف کی ہیں - خصوصاً زبان عرب اور زبان فارس وغیرہ میں اس قسم کی کتابیں بہت تصنیف ہوئی ہیں ان کی دیکھا دیکھی زبان اردو میں بھی اس طریق تصنیف کا استعمال کیا ہے مگر یہ شوق تذکرہ نویسی کا ان ایام میں پیرامون خاطر لوگوں کے ہوا جب بنیاد اردو کی کامل ہوئی شروع ہوئی.....“^۱

حقیقت بھی یہی ہے کہ جب اردو شعرا کے تذکرے مرتب ہونا شروع ہوئے تو تذکرہ نویسوں نے اس طریق تصنیف کا استعمال کیا ہے اس میں اضافے کی کوئی کوشش نہیں کی - انداز بیان پر بھی تقریباً وہی فارسی اثرات نمایاں ہیں - فارسی تذکرہ نویسوں کی طرح شعرا کی زندگی کے متعلق چند سطرین لکھتے ہیں اگر مناسب سمجھتے ہیں تو کلام پر رائے دیدیتے ہیں اور بطور نمونہ کلام پیش کرتے ہیں - اور کلام کے انتخاب کے ساتھ ختم کردیتے ہیں - ان میں اصول کے لحاظ سے فارسی تذکرہ نویسی کی تقلید کی گئی ہے بلکہ بہت مدت تک انھوں نے شعرائے اردو کے تذکرے فارسی زبان میں ہی لکھے ہیں -

۱ - شعرائے اردو کے تذکرے - نکات الشعراء سے گلشن بے خار تک - ڈاکٹر حنیف نقوی ص ۴

۲ - طبقات الشعراء ہند - اف فیلن و مولوی کریم الدین - ص ۹

عبادت بریلوی کا خیال ہے۔

”بات یہ ہے کہ ان لکھنوی والوں کے سامنے سوائے فارسی تذکروں کے اور کوئی نمونہ نہیں تھا، دوسرے یہ کہ ان کے نزدیک ان تذکروں کی شخصیت بڑی حد تک نجی، شخصی اور ذاتی تھی، ذرائع نشر و اشاعت موجود نہیں تھے اور شعر و شاعری کا چرچا عام تھا۔ چنانچہ اسی شعر و شاعری کے ذوق عام، ادبی گروہ بندی اور و متاع کے رسم و رواج نے تذکرہ نگاری کے فن اور مشغلے کو بہت تقویت دی چنانچہ ایک صدی کے اندر تذکرے معرض تحریر میں آ گئے۔ بیاض نویسی بھی تذکرے کی طرح ایک مقبول عام شغل تھا، جو لوگ عمدہ تذکرے نہ لکھ سکتے تھے وہ اپنے ذوق کی تشفی کے لئے بیاض اشعار بنالیتے تھے جس میں اپنی پسند کے اشعار اور غزلین شاعر کے نام اور مختصر حالات کی قید سے جمع کر لیتے تھے۔ لیکن بیاض کے لئے کوئی خاص ترتیب نہیں ہوتی تھی، جس جامع اور مرتب نہ پسند کیا مرتب کر لیا۔ شعرا کے کلام کا عمدہ انتخاب بھی ایک دلچسپ چیز تھی۔ بہت سے صاحبان ذوق قدیم جدید شعرا کے کلام کا عمدہ انتخاب ایک خاص ترتیب کے ماتحت بھی کر لیا کرتے تھے جس کے ساتھ نہایت مختصر حالات شعرا کے دئے جاتے تھے مگر بعض اوقات صرف نام دیا جاتا تھا۔“^۱

ان معروضات سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ کس طرح اردو میں تذکرہ نویسی کا

آغاز ہوا۔ ان تذکروں کے لکھنے میں لکھنوی والوں کی ذاتی دلچسپی ہوتی تھی وہ

اپنی پسند اور ذوق کے لئے ایسا کرتے تھے۔ ان میں اپنی پسند کے مطابق کسی بھی

شاعر کا کلام اور مختصر حالات زندگی کا بیان ہوتا تھا اس طرح کی بیاضوں کے لئے

کوئی خاص ترتیب کا بھی خیال نہ رکھا جاتا تھا اور نہ ہی کوئی خاص ترتیب مقرر تھی

مرتب اپنی پسند کیے مطابق اشعار جمع کر لیا کرتا تھا — انتخاب کیے ساتھ کبھی کبھی ان کی حالات زندگی پر بھی مختصر طور پر اظہار خیال کیا جاتا تھا مگر عام طور سے صرف نام ہی لکھنا کافی سمجھا جاتا تھا — گارسان دتاسی نے اپنی کتاب ” ہندوستانو ادب کی تاریخ ” میں ” اور ” خطبات ” میں ان بیاضوں اور انتخاب کو تذکروں کی فہرست میں شامل کیا ہے —

ہمارے ادب میں شاعری کی طرح تذکرہ نویس میں بھی بہت سے تذکرے رد عمل میں وجود میں آئے اور یجنل تذکرے تو ہر دور میں کم ہی لکھے گئے ہیں مگر جوابی ، تردیدی اور حمایت میں لکھے گئے تذکروں کی تعداد زیادہ رہی ہے — اہم تذکروں کے ذیل میں وہی تذکرے آتے ہیں جو اور یجنل تذکرے ہیں — ان میں میر تقی میر کا ” نکات الشعراء ” ، گردیزی کا ” تذکرہ ریختہ گویان ” ، قائم کا ” مخزن نکات ” شفیق اور نذآبادی کا ” چمنستان الشعراء ” ، میر حسن کا ” تذکرہ شعرائے اردو ” ، حکیم قدرت اللہ خان قاسم کا ” مجموعہ نغز ” ، شیفتہ کا ” گلشن بے خار ” ، مصحفی کا ” تذکرہ ہندی ” اور کریم الدین کا ” طبقات الشعرائے ہند ” کا اہم تذکرہ میں شمار ہوتا ہے — ان تذکروں کے بارے میں ڈاکٹر شاربورد ولوی کا خیال ہے —

” یہ تذکرے عموماً ” ایک طرح کے ہیں — ان میں کہیں کہیں معمولی اختلاف تو ضرور ناز آتا ہے لیکن وہ اختلاف اصولی نہیں ہے — بعض تذکروں میں تنقیدی شعور بھی ناز آتا ہے لیکن عام طور پر تذکرے عملی تنقید کو نہیں پہنچتے — ذوق اور وجد ان ہی ان کا رہنما ہوتا ہے — اچھے اور برے کے امتیاز کے لئے ان کے انداز کو تنقید و شعور سے تعبیر کیا جاسکتا ہے — ”^۱

تذ کرون بر مزید گفتگو کرنیہ سیر پہلے ان کی تقسیم بر غور کر لینا بہتر ہے۔
اس سلسلے میں ڈاکٹر عبداللہ نے " شعرائے اردو کے تذکرے " میں مختلف خصوصیات
کے اعتبار سے سات اقسام میں منقسم کیا ہے۔

" اول — وہ تذکرے جن میں صرف اعلیٰ شاعروں کے مستند حالات جمع

کئے گئے ہین اور ضمناً " کلام کا انتخاب بھی دیا گیا ہے۔

دوم — وہ تذکرے جن میں تمام قابل ذکر شعرا کو جگہ دی گئی ہے

اور مصنف کا مقصد جامعیت اور استعیات ہے۔

سوم — وہ تذکرے جن کا مقصد تمام شعرا کے کلام کا عمدہ اور مفصل

ترین انتخاب پیش کرنا ہے۔ اور حالات کے جمع کرنے کی

طرف زیادہ اعتنا نہیں بیاضین اور مجموعے اس صنف میں

شامل ہین۔

چہارم — وہ تذکرے جن میں اردو شاعری کو مختلف طبقات میں تقسیم

کیا گیا ہے اور تذکرے کا مقصد شاعری کا ارتقا دکھانا ہے۔

پنجم — وہ تذکرے جو شاعری کے ایک مخصوص دور سے بحث کرتے ہین۔

ششم — وہ تذکرے جو کسی وطنی یا ادبی گروہ کے نمائندے ہین۔

ہفتم — وہ تذکرے جن کا مقصد محض تنقید سخن اور اصلاح سخن ہے۔

ان تمام ہی تذکروں میں مشترک چیزیں تار آتی ہین۔ ان میں ایک تو شاعر کے

مختصر حالات، اس کے کلام پر مختصر تبصرہ اور پھر تیسرے کلام کا انتخاب، یہ تینوں

باتیں تقریباً " تمام تذکروں میں نمایاں ہین۔ تذکرے عام طور پر تین پہلوؤں پر

مبنی ہوتے ہین۔ تذکروں میں سب سے پہلے شاعر کی شخصیت اور مختصر حالات کا

ذکر ہوتا ہے یہ دونوں عناصر تذکرے کی صنف کے لئے ناگزیر ہین۔ کسی بھی شاعر

کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے تذکرہ نگار اس کے نام اور تخلص، وطن اور جائے مقام

کے علاوہ علمی و فنی کارناموں، مزاج و طبیعت کی افتاد، کلام کے متعلق مذاق و

معیار اور کلام کے انتخاب میں غزلوں کا انتخاب اس کے علاوہ دوسری اصناف سخن کے انتخاب بھی پیش گیر جاتے ہیں۔ بہر حال شاعروں کی زندگی اور ماحول کا ذکر بہت ہی مختصر طور پر ہوتا ہے۔ اسی اختصار پر کلیم الدین احمد لکھتے ہیں —

” وہ شاعر کی بیدائش اور خاندان ہو یا اس کی تعلیم و تربیت اور اس کی زندگی کی وارداتیں ہوں وہ اس کی تصنیفات ہوں یا اس کا ماحول ہو کسی چیز کے بارے میں بھی تشفی بخش مواد نہیں ملتا۔ تذکرہ نویسوں میں یہ قدرت نہیں کہ وہ واقعات کو اس طرح بیان کریں کہ شاعر کی تصویر میں جان آئے اور بولنے لگے۔ یہ حالات نہایت خفّاء، پر ربط اور غیر متعلق ہوتے ہیں۔ ان کی اہمیت تاریخی ہر ادبی مطلق نہیں اور ماحول کی کمی سے عقبی زمین نا پیدا ہوتی ہے۔ اور شاعر کی ہستی گویا معلق فضا میں آویزان نظر آتی ہے۔

شخصیت کی تعمیر بھی نا کافی ہوتی ہے بسا اوقات اس طرف توجہ بھی نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ کبھی کبھار کسی شاعر کی شخصیت د و چار لفظوں میں بیان کی جاتی ہے لیکن یہ الفاظ ایسے عام قسم کے ہوتے ہیں کہ مخصوص قسم کی شخصیت کی تعمیر نہیں ہو پاتی۔۔۔۔۔ ہر جگہ یہی حال ہے اگر بھولیں کسی شاعر کی شخصیت میں اہتمام اور تکلف سے کام لیا جاتا ہے تو پھر لفظوں کی زیادتی ہوتی ہے۔ با اثر، رعب دار، رنگین، شیریں، مجلی لفظوں کی فراوانی ہوتی ہے۔ لفظوں کے انتخاب میں کاوش ہوتی ہے۔ اہتمام و تکلف ہوتا ہے لیکن کامیابی دور ہی رہتی ہے۔ لفظوں کا ایسا جال بچھایا جاتا ہے کہ پڑھنے والے کی توجہ اس جال میں پھنس جاتی ہے الفاظ معانی سے زیادہ اہم ہو جاتے ہیں

اور عبارت کی دلفریبی میں ہم ایسا ڈوب جاتے ہیں کہ گوہر مدعا
ہاتھ نہیں آتا۔^۱

اس کے علاوہ ان تذکروں میں جو تنقیدی عنصر موجود ہے اس کی اہمیت کے بارے
میں کلیم الدین کی رائے ہر کہ

”یہ تنقید محض سلیحی ہے اس کا تعلق زبان، محاورہ اور عروض سے ہے
لیکن یہ تنقید ایک مدت دیر راز کے لئے اردو پر محیط ہوگئی یہ
ناہید کہنہ کی ضرورت نہیں کہ تنقید کی ماہیت اور اس کے مقصد اور
اس کے صحیح اسلوب سے بھی تذکرہ نویس واقفیت نہ رکھتے تھے۔۔۔۔۔
شاید یہ کہنہ کی ضرورت ہے کہ تاریخی اہمیت اور تنقیدی اہمیت میں
مشرقین کا فرق ہے۔ اباد بی دنیا اس قدر آگے بڑھ گئی ہے کہ
ان تذکروں سے کچھ سیکھنا نہیں ہے۔ جہاں تک تنقید کا واسطہ
ہے ان تذکروں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔“^۲

یہ حقیقت ہے کہ اختصار کے باعث شعرا کے مکمل طور پر حالات سے واقفیت مشکل
ہے لیکن ہمیں ان کی شخصیت کا دھندلا سا عکس تو ناز آہی جاتا ہے جس کی اپنی ایک
اہمیت ہے۔ کلیم الدین احمد کی اس رائے سے اتفاق کر کے ان تذکروں کو بیکار اور
فہول ٹھہرانا ناانصافی ہے۔ یہ جس ماحول میں لکھے گئے اس ماحول کے معیاروں کے مطابق
ہی ان کو برکھنا ہوگا ورنہ ان کی اہمیت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ادب کے
جدید ہیمنے اس قدیم سرمایہ کو ناہیر کے لئے مناسب نہیں ہیں۔ تذکروں میں
جدید اسالیب کی توقع کرنا بیکار ہے اس سلسلے میں ثار برد ولوی لکھتے ہیں —
”بعض نقاد شاید تذکروں میں جدید اسالیب کو دیکھنا چاہتے ہیں

۱۔ اردو تنقید پر ایک ناز — پروفیسر کلیم الدین احمد — ص ۱۹-۲۰

۲۔ ایضاً — ص ۲۸-۲۹

اس لٹیر انہیں مایوسی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ تذکرون سیر اس قسم کی توقع کرنا بیکار ہے۔ تذکرون میں یائی جانے والی تنقید کا انداز بالکل الگ ہے۔ اس وقت تذکرون میں سب سے زیادہ صحت زبان، محاورات اور صنعتوں کے استعمال، متروکات، فصیح و غیر فصیح الفاظ اور ترکیبیں، ابہام اور دوسرے نقائص و محاسن شعری کو دیکھا جاتا تھا اور یہی اس وقت کی تنقید تھی جس میں ان کا ذوق سخن، سلیقہ شعری، فارسی اساتذہ کے کلام کا مطالعہ وجدان رہنما ہوتا تھا۔^۱

ان تذکرون کی ادبی سرمائے میں اپنی تاریخی، ادبی اور تنقیدی اہمیت ہے اس سلسلے میں ابواللیث صدیقی کا خیال ہے —

”ہمیں تذکرون پر تنقیدی و تحقیقی قلم اٹھاتے وقت اس بات کو نارا نداز نہیں کرنا چاہیے کہ وہ ایک ایسے عہد، ماحول اور ادبی فضا میں لکھے گئے ہیں جس میں نقد شعر اور سخن فہمی کا معیار آج کے معیار سے بالکل مختلف تھا۔ ۱۰۰۰ اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی کے مذاق ادب، طرز تنقید اور انداز تذکرہ نگاری کو بیسویں صدی عیسوی کے نقاد، نگاہ سے جانچنا کسی طرح مناسب نہیں۔“^۲

تذکرہ نویس کا مقصد کسی شاعر کے کلام کا مکمل تنقیدی جائزہ پیش کرنا نہیں ہوتا تھا ان کا مدعا تو اتنی بسند اور نایسند کے مطابق ان کے کلام کا انتخاب اور اس پر رائے دینا ہوتا تھا۔ ان تذکرون میں کسی مربوط اور مکمل تنقیدی نقطہ نظر کی تلاش مناسب نہیں معلوم ہوتی۔ یہ تذکرے اراداً تنقیدی نہیں ہوتے تھے بلکہ تنقیدی عناصر کو ان میں غیر شعوری طور پر پیدا ہو گئے ہیں۔

۱۔ جدید اردو تنقید۔ اصول و ناریات۔ ڈاکٹر شاربورد ولوی۔ ص ۱۶۱
 ۲۔ معیار شعر و سخن۔ ابواللیث صدیقی۔ مکتبہ فن تنقید اور اردو تنقید نگاری۔ نور الحسن نقوی۔ ص ۱۰۰

ارد و مین تذکرہ نویسی کی روایت سیر مکمل طور پر واقفیت کے لئے چند اہم تذکروں کا ذکر ضروری ہے۔

میر کا "نکات الشعراء" اردو شاعروں کا سب سے قدیم تذکرہ ہے جس کا سال تصنیف ۱۱۶۵ھ ہے۔ میر نے مختلف شعرا کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا ہے ساتھ ہی ان کے کلام پر بے لاک رائے دی ہے بعض اوقات ان کی تنقید بہت جارحانہ ہو گئی ہے۔ اختصار کے باوجود انھوں نے شاعروں کی اپنے تذکرے میں تصویریں پیش کر دی ہیں۔ اس طرح میر نے مرقع نگاری کے عمدہ نمونے پیش کیے ہیں۔ بقول سید عبداللہ — "ہمارے نزدیک نکات کا شاندار ترین وصف اس کی "سیرت نگاری" ہے English Biography in the 18th Century "مین لاونگی کر نے لکھا ہے کہ تذکرہ رجال مین مصنف کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اشخاص کے واقعات زندگی کو ایسے ہر معنی ایجاز و اختصار سے بیان کرے جس سے ان اشخاص کی پوری تصویر سیرت آنکھوں میں بھر جائے۔ ایک بیاگرافی اور بیاگرافیکل ڈکشنری مین یہی فرق ہوتا ہے کہ بیاگرافی مین سوانح نگار ایک فرد کی مفصل ترین اور جامع ترین سرگزشت بیان کرتا ہے اس کے برعکس کسی معجم، یا قاموس تراجم (بیاگرافیکل ڈکشنری) مین گنجائش کے کم ہونے کی وجہ سے اختصار سیر کام لینا پڑتا ہے۔"

میر کے "نکات الشعراء" پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں بیجا اختصار ہے جس میں ضروری معاونات فراہم نہیں ہوتیں۔ میر نے سنہین کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں دی۔ یہ خامیاں صرف "نکات الشعراء" مین ہی نہیں ہیں بلکہ اس زمانے کے تذکروں میں یہ نقائص عام ہیں ان خامیوں کی وجہ سے "نکات الشعراء" کی اہمیت میں

کوئی کمی نہیں آتی بلکہ بعد کر آنیہ والیہ تذکرہ نویسوں نے اس کا بڑی حد تک تتبع

کیا اور " نکات الشعراء " سے متاثر ہو کر بہت سے تذکرے وجود میں آئے۔ ڈاکٹر

سید عبد اللہ میر کے تذکرے کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

" جس طرح انگریزی ادب میں جانسن کے تذکرہ الشعراء کو غیر معمولی

قدر و منزلت حاصل ہے اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ میر تقی میر

کے تذکرہ " نکات الشعراء " کی بھی فنی اور ادبی اہمیت کو بھی

تسلیم کیا جاتا ہے۔"

آگے لکھتے ہیں —

" تذکرہ میر کی امتیازی خصوصیت اس کی تلخ تنقید ہے وہ " اندھی

اور بھری عقیدت " جو قدیم مشرقی اخلاق کا ایک جزو ہے اور وہ

عام رواداری جو اکثر حالات میں " ہیرو " کے معائب بیان کرنے سے

سوانح نگاروں کو روکتی ہے " نکات الشعراء " میں عموماً " مفقود ہے۔"

نکات الشعراء سے معیاری تذکرہ نویسی کا آغاز ہوا اور اس تذکرے سے متاثر ہو کر

بہت سے تذکرے وجود میں آئے۔ بعض کو " نکات الشعراء " کا رد عمل بھی کہہ سکتے ہیں۔

سید فتح علی گردیزی کا " تذکرہ ریختہ کوہان " بھی انہیں میں سے ایک ہے اس میں

معرا کے حالات میں بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ تنقید بھی بہت سلیجی ہے اس کے

بعد اہم تذکرہ معرا وجود میں آیا وہ قائم باند پوری کا " مخزن نکات " ہے۔ اس

میں قائم نے میر کے تذکرے " نکات الشعراء " سے کافی حد تک استفادہ کیا ہے۔

اس تذکرے کی عبارت میں تکلف برتا گیا ہے۔ یقیناً اورنگ آبادی کا تذکرہ

" جمنستان شعراء " کی بنیاد بھی میر اور گردیزی کے تذکروں پر ہے لیکن انہوں

۱۔ شعرائے اردو کے تذکرے۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ — ص ۲۷

۲۔ ایضاً " ص ۳۳

نیر شعرا کے حالات میں کہیں کہیں قدر تفصیل سے کام لیا ہے سنہین کے تعین کی کوشش کی گئی ہے عام تذکروں کی طرح اس میں بھی جانبداری نظر آتی ہے۔

میر حسن کا تذکرہ بھی تذکرہ نگاری میں اہمیت کا حامل ہے۔ میر حسن نے میر کے تذکرے اور قائم کے تذکرے سے استفادہ حاصل کر کے اپنا تذکرہ مرتب کیا ہے لیکن انہوں نے صرف قائم کے تذکرے کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے۔ میر حسن نے شاعروں کے سوانحی پہلو کو پیش نہیں کیا ہے شخصیت و سیرت کے نقشہ کشینچہ میں تعریف و توصیف سے کام لیا ہے بھر بھی وہ "ذات الشعراء" کی سیرت نگاری تک نہیں پہنچ سکتے بقول ڈاکٹر سید عبداللہ —

"سیرت کی خاکہ کشی میں میر حسن بھی میر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انہوں نے حقیقی اوصاف بیان کرنے کے بجائے مبالغہ و سخن طرازی سے کام لیا ہے البتہ وہ شعرا کے شاندار رتبے کے تعین میں اکثر صاحب الرائے ثابت ہوئے ہیں"۔^۱

میر حسن نے قائم کے اصول کو اپنا کر ہوئے شعرا کے تین دور متقدمین، متوسطین اور متاخرین قائم کیے ہیں ان کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے کی ہے۔ سنہین کے تعین کی کوشش بھی کی گئی ہے یہی حال مصحفی کے تذکروں کا ہے اس میں حروف تہجی کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ شعرا کے حالات تفصیل سے لکھتے ہیں۔ تنقید کا عنصر برائے نام ہے۔ وہ عام تذکروں کی طرح سنہین کے تعین سے غافل نہیں ہیں بلکہ سنہین کی طرف خاص توجہ دے کر عیفتہ کا "گلن پر خار" بھی تذکرہ نگاری میں اہمیت کا حامل ہے اس کی اہمیت کا راز اس کے تنقیدی عنصر میں ہے۔ ان کے بیانات میں بھی عام تذکروں کی طرح اختصار ہوتا ہے عبارت بھی رنگین ہے۔

۱۔ شعرائے اردو و کر تذکرے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ص ۷۵

مرزا علی لطف کر تذکرہ "گلشن ہند" کو اردو و تذکرہ نگاری کا آغاز مانا جاتا ہے اس لیے اس تذکرہ کو تاریخی اہمیت حاصل ہے یہ علی ابراہیم کے فارسی تذکرہ "گلزار ابراہیم" کا اردو میں ترجمہ ہے جس میں مزید اضافے بھی کیے گئے ہیں زبان مقفی اور ہر تکلف ہے تنقید عنصر برائے نام ہے۔

کریم الدین کا تذکرہ "طبقات الشعراء" اردو کا ایک اہم تذکرہ ہے جو ۱۸۴۸ء میں مرتب ہوا کریم الدین نے تذکرہ نویسی کے اصول متعین کرنے کے ساتھ ساتھ تذکرہ اور تاریخ کا فرق بھی واضح کیا ہے۔ انھوں نے اردو شاعری کی ابتدا اور ارتقا پر بھی بحث کی ہے۔ ضبط سنین کی کوشش کی ہے۔ حالات کے بیان کرنے میں اختصار سر کام لیا ہے کیونکہ اس میں (۹۶۴) نوسو چونسٹھ شاعروں کا تذکرہ ہے کریم الدین تذکرہ نویسی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

"کسی نے اس کو تاریخ نہ رکھا سچ ہے ہر ایک شخص کو اپنے خیال کی بخت کی منظور ہوتی ہے گرچہ وہ مفید نفس الامر میں ہو یا مضر ہو بعضے استاد جن کو علو رتبہ اور بلند فکری نے خراب کیا وہ نفس الامری اور واقع کے لکھنے کے دیر نہیں ہوئے ان کے خیال میں جو سمایا تمورثا سا حال خیالی لکھ کر شعر اس کے لکھ دئے، جس کا حال لکھنا مذاور تھا گرچہ وہ بسند خاطر مورخین کے نہ ہو اگر کسی پر بہت مہربانی داعی ہوئی تو اس کے شعر بہت لکھ دئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو صرف تشہیر اشعار اور اپنی ناموری مقصود تھی علاوہ ازیں انتخاب اشعار میں بھی بہت بے پرواہی کی ہے تحفہ تو یہ ہے کہ جس کے اشعار بہت اچھے ہوتے تھے اور وہ مسلم الثبوت استاد تھا اس کے شعر اس طرح پر انتخاب کیے ہیں کہ برا ہونا ان کا اس شاعر کا ثابت ہو جائے ایسی ایسی حکمت عملی

بعض تذکرہ نویسوں نے کی ہے۔^۱

۲۸۹ھ میں عبد الحئی بدایونی کا تذکرہ ”شمیم سخن“ وجود میں آیا اس تذکرہ کے دیباچہ میں عبد الحئی نے تذکرہ نگاری کے فن پر روشنی ڈالی ہے اور ساتھ ہی زبان اردو اور نام اردو کے ارتقا کا بیان کیا ہے اس میں انھوں نے انگریز شاعروں کے بھی حوالہ دیے ہیں۔ ان کا تذکرہ اپنے دیباچہ کی وجہ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔

تذکروں کے متعلق یہ اعتراضات عام ہیں کہ ان میں غیر جانبداری اور انصاف کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ حالات میں حد سے زیادہ اختصار برتا جاتا ہے اور شاعر کی شخصیت کا ذکر چند سطروں میں کر دیا جاتا تھا۔ شاعری کی ارتقا پر کسی قسم کے خیالات کا اظہار نہیں ہوتا۔ تنقید کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی تاریخی اعتبار سے سنوں کا بھی خیال نہیں رکھا جاتا۔ انتخاب کلام پسند کے مطابق ہوتا ہے عبارت بھی رنگین اور پر تصنع ہوتی ہے۔ تذکروں پر جو اعتراضات ہوتے رہے ہیں ان کا خلاصہ سید عبد اللہ نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

- ۱۔ ”.....“ تذکرہ نگاروں کا مقصد صداقت و انصاف نہ تھا بلکہ رو رعایت سے کام لیتے تھے۔ جانبداری ان کا شعار تھا اور خود ستائی ان کا مقصد۔
- ۲۔ تذکروں میں تحقیق و تنقید نہیں محض انتخاب کلام ہے اور جامعیت کی کوشش کے لیے نادر خاص و عام میں امتیاز قائم نہیں رکھا۔
- ۳۔ ان میں تاریخیں نہیں ملتیں اور ان کی تدوین میں تاریخ نگاری کے اصول پر عمل نہیں کیا گیا۔
- ۴۔ ان سے شاعر کے عہد بعد ارتقا اور نمیب و فراز کا ہتہ نہیں چلتا۔

۱۔ اہبقات الشعراء لیرہند۔ کریم الدین و اف فیلن۔ ص ۱۰-۱۱

۵۔ ان سیر مفصل حالات معلوم نہیں ہوتے اور جنک تحقیق کی بجائے نقل در نقل

ہوتی ہے۔ اور بعض صورتوں میں ماخذ کا ذکر نہیں ہوتا "۱۔

لیکن تذکرون کے متعلق اسلم فرخی کی یہ رائے صداقت پر مبنی ہے کہ

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے تذکرون کی بنیاد تذکراور محدود

ہے زندگی کے نمایان واقعات بشی تاریخی ترتیب سے ہیں نہیں گزر گئے۔

سیرت کے موثر نقشے بھی ان میں نہیں ملتے اور تنقیدی عناصر بھی

کم ہیں باین ہمہ ان کی افادیت سیرانکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ان کے ذریعے سے ہمیں کچھ نہ کچھ معلومات ضرور حاصل ہوئی ہیں۔

جانب داری کے الزام کے باوجود یہ حقیقت بھی اس جگہ پر مسلم ہے

کہ بیشتر تذکرہ نگاروں نے حق و صداقت کا دامن ہاتھ سے نہیں

چھوڑا اور شاعر کے بجائے شاعری کی اہمیت کا خیال رکھا ہے۔

یہ بات البتہ اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ ہمارے تذکرون میں

شعرا کی مرقع نگاری بہت کم اور برائے نام ہے اور ان سیرارد و

شاعری کے ارتقاء کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا اس کی ایک وجہ یہ

ہوسکتی ہے کہ ہمارے بیشتر تذکرہ نگاروں کا مطمع نظر ایجاز و

اختصار تھا امرایجاز و اختصار کی خاطر انھوں نے تفصیل، تاریخ

اور سیرت نگاری کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، ایک آدمی کی سیرت

لکھنا منسی کھیل نہیں ہے جائیکہ اتنے بہت سیر شاعروں کی سیرت کے

مرقعے تیار کرنا

شعرا سیرارد و کے تذکرے کا تمام معائب پر مشتمل ہیں نہ

مخزن محاسن پر ان کی بنیاد ہے۔ ان میں معائب بھی ہیں اور محاسن بھی۔

یہ ادبی تاریخ کی بڑی اہم کڑی ہے۔ ادبی تاریخ نیز تذکروں کی روایت ہی سیر فروغ پایا اس وجہ سے بھی ان کی اہمیت کچھ کم نہیں ہے^۱۔

مولانا محمد حسین آزاد کی معرکہ الارا تصنیف ”آب حیات“ ۱۸۸۰ء میں

شایع ہوئی اس نے تذکرہ نگاری کی دنیا میں ہل چل پیدا کر دی۔ آب حیات کو جو مقبولیت حاصل ہوئی کم ہی کتابوں کو ایسی مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ آب حیات سے قبل شعرائے اردو کی بہت سیر تذکرہ لکھ کر جا چکے تھے مگر ”آب حیات“ میں ان تذکروں کی خامیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے ساتھ آزاد آب حیات کے دیباچے میں وجہ تصنیف بیان کرتے ہیں —

”ان سے نہ کسی شاعر کی زندگی کی سرگزشت کا حال معلوم ہوتا ہے

نہ اس کی طبیعت اور عادات و اطوار کا حال کھلتا ہے نہ اس کے

کلام کی خوبی اور صحت و سخن کی کیفیت کھلتی ہے نہ یہ معلوم ہوتا ہے

کہ اس کے معاصرون میں اور اس کے کلام میں کن کن باتوں میں کیا نسبت

تھی انتہا یہ ہے کہ سال ولادت اور سال فوت تک بھی نہیں کھلتا

غرض خیالات مذکورہ بالا نے مجھ پر واجب کیا کہ جو حالات ان بزرگوں

کے معلوم ہیں یا مختلف تذکروں میں متفرق مذکور ہیں انہیں جمع

کر کرے ایک جگہ لکھوں اور جہاں تک ممکن ہو اس طرح لکھوں کہ ان کی

زندگی کی بولتی چالٹی بھرتی چالٹی تصویریں سامنے آن کھڑی ہوں

اور انہیں حیات جاودان حاصل ہو الحمد للہ کہ چند روز میں

جس قدر سیرت ان خیالات کے بترتیب جمع ہو گئے اسی واسطے اس مجموعے

۲ نام ”آب حیات“ رکھا اور زبان اردو کی عہد بعہد تبدیلی کے

لحاظ سے بانج د ور بر تقسیم کیا اس طرح کہ ہر ایک د ور اپنے عہد کی زبان بلکہ اس زمانے کی شان دکھاتا ہے۔^۱

قدیم تذکروں سے آزاد نے کافی حد تک استفادہ حاصل کیا لیکن وہ اس سے پوری طرح سے مطمئن نہیں ہیں۔ آزاد نے تذکرہ نگاری کے معائب بیان کئے ہیں تو تذکروں کے متعلق اپنے خیالات بھی بیان کئے ہیں۔ قدیم تذکروں میں رد و بدل اور اضافہ کر کے بعد انھوں نے ”آب حیات“ تصنیف کی۔ اردو شعرا کی چلتی بھرتی، جیتی جاگتی تصویریں پیش کرنے میں وہ پوری طرح سے کامیاب ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ سو سال سے زیادہ گزرنے کے بعد بھی ان کی بنائی ہوئی تصویریں دھندلی نہیں ہوئی ہیں۔ مرقع کئی کئی سلسلے میں آزاد نے ڈرامائی انداز اپنایا ہے جس میں وہ کامیاب بھی ہوئے۔ شعرا کے حالات بیان کرنے کے سلسلے میں تو عام تذکروں کا انداز ہی اپنایا ہے۔ پہلے نام، تخلص، سن ولادت اور وطن کا نام بتانے کی کوشش کی ہے۔ پھر شخصیت کو اجاگر کیا ہے اس قسم کے جیتے جاگتے مرقعے پیش کرنا بہت حد تک ان کے انداز بیان میں مشہور ہے۔ اپنی انشا کے ذریعے ہی مصنف نے ہر انی شخصیتوں کو بھی جاندار بنا کر آب حیات میں پیش کر دیا۔ ان تصویروں کو جیتے جاگتے پیش کرنے کے لئے آزاد نے بعض جگہ حرف و اضافہ سے بھی کام لیا ہے جبکہ وہ بہو تصویر کھینچنا مرقع نگار کا فرض ہوتا ہے۔

”آب حیات“ کو مخدایہ تذکرہ سمجھا لینا ٹھیک نہیں ہے اس کی تکنیک قدیم تذکروں سے قدرے جدا ہے۔ ”آب حیات“ اردو شاعری کی تاریخ ہونے کے ساتھ ساتھ جدید تنقیدی رجحانات کی حامل ہے۔ بقول ابوالکلام قاسمی —

”محمد حسین آزاد کی کتاب ”آب حیات“ شعرائے اردو کے تذکروں کی تنقید، روایت کی آخری کڑی بھی ہے اور ادبی تاریخ کے ساتھ

ادبی تنقید کی شیرازہ بندی کی ابتدائی کوشش بھی —

محمد حسین آزاد کی تنقید تذکرون کی طرح انداز پرستی اور شاعرانہ

درازی بیان کی مثال بھی پیش کرتی ہے مگر ساتھ ہی شاعروں کے زبان و بیان اور موضوع و مافیہ کو ساتھ ساتھ رکھ کر محاکمہ کرنے کی کوشش بھی کرتی ہے۔^۱

سب سے پہلے تنقیدی نظریات کا اظہار کرنے کا شرف آزاد ہی کو حاصل ہے۔

۱۸۶۷ء میں آزاد نے اپنے پہلے لکچر "نظم اور کلام موزون کے باب میں خیالات" میں

شعر و شاعری کے متعلق اپنے خیالات پیش کیے — حالی کی "مقدمہ شعر و شاعری" جو ۱۸۹۳ء

میں منظر عام پر آئی اور شبلی نے "شعر العجم" ۱۸۹۹ء میں لکھی ان دونوں معرکہ الارا

تنقیدی تصنیفات کے سلسلے میں آب حیات سے جو استفادہ حاصل کیا ہے اسے انکار ممکن

نہیں — اس طرح سب سے پہلے تنقیدی نظریات کا اظہار آزاد ہی نے کیا ہے — محمد حسین

آزاد کی شاہکار تصنیف "آب حیات" کو وہ اہمیت حاصل ہے جس نے اردو کو تنقیدی

شعور اور تحقیقی بصیرت سے پہلی دفعہ روشناس کرایا — "آب حیات" کو اردو تنقید

کا نقشہ اول کہا جائے تو غلط نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ ان کے تنقیدی خیالات سے

اتفاق کیا جائے یا اختلاف — حقیقت یہ ہے کہ آب حیات میں جو تنقیدی نظریات ہیں

وہ ثانوی حیثیت کے حامل ہیں — "آب حیات" کے پس پشت تنقید کا جذبہ کارفرما

نہیں تھا بلکہ تنقیدی خیالات کو آب حیات سے پیدا ہونے والے ہیں یہ تو ادبی تاریخ ہے

جس میں شاعروں اور اردو شاعری کی تاریخ بیان کی گئی ہے — محمد صادق نے "History

of Urdu Literature" میں آزاد کے ان ترجموں کا بیان کیا ہے جو آزاد نے انگریز

ادیبوں کی نگارشات کے لیے تیار کیے — ڈاکٹر جانسن کا نام ان ادیبوں میں نمایاں ہے۔

اس سیرے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر جانسن اور اس کی تصنیف "Lives of Poets"

سے آزاد کافی حد تک متاثر تھے — "نگارستان فارسی" میں بھی انھوں نے انگریز ادیبوں

کی تخلیقات کے ترجمے کیے ہیں — اس طرح آزاد نے مغرب سے استفادہ کیا کیونکہ ان

۱ — تنقید کی مشرقی روایت اور محمد حسین آزاد — ابوالکلام قاسمی — مشمولہ فکر و نظر،

کے سامنے اردو و تنقید کا کوئی بھی قابل تقلید کارنامہ نہیں تھا — انھوں نے عربی ، فارسی اور انگریزی سے استفادہ کرے باوجود مشرقی اصول و نظریات کو پیش نظر رکھا — اسی معیار سے وہ شعرا کے کلام کو پرکھتے ہیں — اور اپنی رائے دیتے ہیں وہ شعرا کے کلام میں الفاظ ، قافیہ ، ردیف ، صنائع بدائع ، تشبیہ استعارے ، عروض و فنی چیزیں ، سادگی ، روانی ، اصلیت ، جوش ، محاکات ، فصاحت ، بلاغت ، روز مرہ محاورات ، برجستگی ، صحت مضامین ، تخیل وغیرہ کے اعتبار سے پرکھتے ہیں — اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اردو شعرا کا دوسری زبانوں کے باکمال اعرون سے مقابلہ بھی کیا ہے — تذکرون میں شاعروں کا ذکر باعتبار حروف تہجی ہوتا تھا جس سے مختلف ادوار کے شعرا کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا جاتا تھا — اس سے نہ تو شاعر کے زمانے کا بتہ چل پاتا تھا اور نہ ہی اس زمانے کے لسانی ارتقا کے بارے میں — آزاد نے پہلی بار شاعری کے ادوار قائم کئے اور ان ادوار کی مخصوص لسانی اور تہذیبی قدرون کی روشنی میں مختلف شاعروں پر رائے دی — آزاد سے پہلے بھی میر نے ادوار قائم کئے تھے جو پر قاعدہ تھے — میر حسن نے باقاعدہ اور یراد وار قائم کئے — انگریزی اثرات کے زیر اثر کریم الدین احمد نے ”طبقات الشعراء“ میں دور قائم کئے اور ہر دور کی زبان اور شاعری پر تبصرہ بھی کیا ہے — آزاد نے ہر دور کے لئے چند نامور شعرا کا انتخاب تاریخ کے اعتبار سے کیا ہے پہلا دور ابتدائی ہے جس میں ولی مبارک ، آبرو ، عرف الدین ، مضمون ، شاکر ناجی احسن ، یکرنگ وغیرہ کا ذکر ہے — دوسرے دور میں شاہ حاتم ، خان آرزو اور فغان کے حالات بیان کئے ہیں۔ تیسرے دور میں مرزا ماہر جان جاناں ، میر ، سوز ، میر تقی میر ، سودا ، اور میر درد کا ذکر ہے — چوتھے دور مصحفی ، انشا ، جرات ، میر حسن اور نسیم کے متعلق ہے — پانچویں دور میں ناسخ ، آتش ، شاہ نصیر ، مومن ، ذوق ، غالب ،

د بیر اور انیس کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ہر دور سے پہلے آزاد نے تمہید لکھی ہے جس میں اس دور کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ ان کے ادوار سے پہلے تمہیدی باب میں آزاد نے اردو زبان کی تاریخ، برج بھاشا پر فارسی کا اثر اور نظم اور وکی تاریخ بیان کی ہے۔ سید عبداللہ کا خیال ہے —

”ان تمہیدی مباحث کے اکثر مند رجات کریم الدین وغیرہ میں موجود ہیں مگر انداز بیان اور تکمیل آزاد کے حصے میں آتی ہے“^۱۔

قدیم تذکروں کے عام رواج کے مطابق آزاد نے بھی زبان و بیان کو اہمیت دی ہے ان کی عبارت رنگین ہوتی ہے جس سے آزاد کی عملی تنقید میں خامیاں پیدا ہو گئیں کیونکہ عبارت لفاظی کی شک اختیار کر لیتی ہے۔ تنقید کی زبان کو تو قدامت چاہتی ہے۔ مقفی اور مسجع عبارت آرائی سے تنقید کی اہمیت کم ہوتی ہے قدیم تذکروں میں تذکرہ نگار طرز نگارش پر بہت دھیان دیتے تھے۔ عبارت پر تکلف ہوتی تھی۔ قافیہ کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اصل میں اس زمانے کی عبارت کا انداز ہی اس طرح کا تھا ”آب حیات“ میں نقص ہونے کے باوجود اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

”آب حیات“ اپنے سے پہلے اور بعد کے تذکروں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ آزاد نے بڑی محنت اور جانفشانی سے شعرا کے حالات و واقعات جمع کیے ان کے ماحول عادات و اطوار اور طرز زندگی پیش کر کے ان کی چلتی پھرتی تصویریں کھینچ دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شعرا کے کلام پر ناقدانہ رائے دے کر فن تنقید کا راستہ نکالا۔

”آب حیات“ جدید طرز کا اولین تذکرہ ہے۔ ”آب حیات“ کو آزاد کا ایک لافانی شاہکار کہنا غلط نہیں ہے۔

۱۔ شعرائے ارا و کے تذکرے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ — ص ۹۸۔

اردو ادب کی تاریخ نویسی میں اب بچا کی اہمیت

اردو ادب کی تاریخ نویسی میں آب حیات کی اہمیت

محمد حسین آزاد آب حیات لکھنے کا مقصد شاعروں کی چلتی پھرتی تصویریں بنانا بتاتے ہیں۔ مشہور نقاد محمد حسن عسکری بھی ان کے اس خیال سے متفق ہیں اور کہتے ہیں کہ آب حیات کو مرقع نگاری کے اصولوں پر پرکھنا چاہئے کہ یہی اس کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ لیکن دوسرے بیشتر نقاد اور محقق آب حیات کو تذکرے اور ادبی تاریخ کی بیچ کی کڑی سمجھتے ہیں اور یہ کسی حد تک صحیح ہے۔ محمد حسین آزاد کے سامنے اردو میں کوئی ایسا نمونہ نہ تھا جس کو کسی بھی عنوان سے ادبی تاریخ کے ذیل میں رکھا جاسکے اس لئے ادبی تاریخ اور تذکرے کے فرق کی وضاحت ضروری ہے۔

کریم الدین نے تذکرے اور تاریخ کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے —
 "تاریخ اس کو کہتے ہیں جس میں واقعات یا حالات زمانے کے اس طور پر لکھے جاتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوسکے کہ فلانے زمانے میں یہ حادثہ یا واقعہ گھڑا۔ بخلاف تذکرہ کے اس میں خاص ایک قسم کے لوگوں کا حال لکھا جاتا ہے مثلاً "تذکرہ شعراء" یا "تذکرہ انبیاء" "تذکرہ اولیاء" وغیرہ۔"

ادبی تاریخ کے ذیل میں خلیل الرحمن اعظمی لکھتے ہیں —

"کچھ لوگوں کے ذہن میں ادبی تاریخ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اردو زبان کے روز پیدائش سے لیکر اب تک جتنے بھی چھوٹے یا بڑے لکھنے والے پیدا ہوئے اور انہوں نے نظم یا نثر کی کسی صنف میں کسی نوع کی کوئی تحریر

اپنی یادگار چھوڑی ان سب کا احاطہ تاریخی یا
 زمانی ترتیب کے ساتھ کیا جائے اور اگر ممکن ہو تو
 ان کے لکھنے والوں کے سن ولادت اور ان کے حالات
 زندگی سے متعلق ضروری معلومات فراہم کر دی جائیں
 تاکہ اس طور پر ہماری زبان کو وسعت و ہمہ گیری
 اور اس کی کل پیداوار کا صحیح اندازہ ہو سکے اور
 ان لوگوں کا اعتراف بھی جنہوں نے اپنے خون جگر سے
 اس زبان کی آبیاری کی ہے یا اس کے سرمائے میں
 کسی نہ کسی نہج سے اضافہ کیا ہے۔" ۱

ادبی تاریخ کے تصور پر جمیل جالبی ان الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار
 کرتے ہیں ۔۔۔

"ادب کی تاریخ وہ آئینہ ہے جس میں ہم زبان اور اس زبان
 کے بولنے اور لکھنے والوں کی اجتماعی و تہذیبی روح کا
 عکس دیکھ سکتے ہیں ۔ ادب میں سارے فکری تہذیبی
 سیاسی معاشرتی انسانی عوامل ایک دوسرے میں پیوست
 ہو کر ایک وحدت ایک اکائی بناتے ہیں اور تاریخ ادب
 ان سارے اثرات روایات محرکات خیالات و رجحانات کا
 آئینہ ہوتی ہے۔" ۲

ادبی تاریخ کے سلسلے میں مغربی مفکرین کے نظریات سے چشم پوشی ممکن نہیں
 کیونکہ ادبی تاریخ کا تصور مغرب کی ادبی تاریخ سے ہی ملا ہے ۔ مغربی

۱۔ مضامین نو ۔ خلیل الرحمن اعظمی ص ۱۲۰

۲۔ تاریخ ادب اردو ۔ جلد اول ۔ جمیل جالبی ص ۲

نقادوں اور مفکروں نے اس سلسلے میں مختلف نظریات پیش کئے ہیں۔ آل احمد
مرور کے مطابق —

کچھ لوگ اسے اجتماعی تاریخ سمجھتے ہیں یا افکار کی تاریخ جس میں فن پاروں پر محاکمہ بھی شامل ہوتا ہے۔ ٹامس وارن کے نزدیک ادبی تاریخ اپنے دور کی خصوصیات سے کم و کاست پیس کرتی ہے۔ هنری مارلے اسے ایک طرح کی قومی سوانح عمری کہتا ہے۔ سینٹس بری نے اسے ادیبوں کے کارنامے کا جائزہ سمجھا ہے جس میں ان کے کارناموں کی باز آفرینی ہو۔ گزامیان کا خیال ہے کہ انگلستان کی ادبی تاریخ اس کی قومی روح کے اخلاقی آئینہ کا زیر و بم ہے۔ کچھ لوگ اسے فن کی تاریخ سمجھتے ہیں۔ جس میں دلچسپی کے لئے مصنفین کی سوانح عمریاں اور کچھ منفرد پاروں کی قدر شناسی (Appreciation) شامل ہو۔ ٹی۔ ایس۔ ایلپٹ ادبی تاریخ کا کچھ ایسا قائل نہیں اس کے نزدیک فن پارے کی اہمیت اس میں ہے کہ وہ ماضی بن سکے۔ جبے۔ اے۔ سنڈس ادبی اصناف پر زور دیتا ہے اور یہ اعلان کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ ادبی اصناف کا ارتقا ادبی تاریخ کا سب سے اہم جز ہے۔ کیونکہ امتداد زمانہ کے ساتھ کچھ ادبی اصناف مرجھاتے اور بالآخر ختم ہو جاتے ہیں۔

تذکرہ میں کس بھی شبہ کے تمام افراد خواہ چھوٹے یا بڑے معروف یا غیر معروف ہوں بلا امتیاز پیس کیا جاتا ہے۔ تذکروں میں اولیاء انبیاء

اکابرین ملت اور شعرا یا ادبا کے حالات و واقعات اور ان کی خدمات لکھی جاتی ہیں۔ جو تصنیف شعرا یا ادبا کے ذکر سے متعلق ہوتی ہے وہ ادبی تذکروں کے ذیل میں آتی ہے بقیہ غیر ادبی تذکرے کہلاتے ہیں۔ تذکرے زیادہ تر شعرا کے ذکر سے متعلق ہوتے ہیں اور نثر نگاروں کا ذکر عام طور پر کم نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت نثری ادب کے سرمائے میں وہ وسعت نہ تھی اس لئے قدیم تذکرہ نگاروں نے شعرا کے ہی حالات و واقعات تذکروں میں قلمبند کئے ہیں۔

تذکرہ اور ادبی تاریخ زبان و ادب کی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ تذکرہ کو تاریخ ادب موانع یا تحقیق و تنقید تصور کرنا مناسب نہیں۔ تذکرہ کا بنیادی مقصد حالات و واقعات کو تعارفی طور پر پیش کرنا ہے جبکہ تاریخ ایک مستقل فن ہے۔ ادبی تاریخ کے لئے پہلی شرط تحقیق ہے۔ تحقیق کے ذریعے حالات و واقعات جمع کئے جاتے ہیں اور ان کو تاریخی پس منظر میں ترتیب دیا جاتا ہے۔ فن کاروں اور فن پاروں کی قدر شناسی کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اس کے لئے بے باک اور بے لاگ تنقید ضروری ہے ورنہ تنقید ایک طرف ہو جائے گی۔ تذکرے تاریخ ادب کے لئے ماخذ کا کام کرتے ہیں۔ شعرا یا ادبا کے علمی اور ادبی کارنامے۔ ان کے حالات و واقعات کا ذکر تاریخی ترتیب کے ساتھ ان تذکروں میں محفوظ رہتا ہے جس سے تاریخ ادب مرتب کرنے میں مدد ملتی ہے۔ کسی عہد کی تاریخ مرتب کرنے کے لئے مورخ تذکروں میں شامل تاریخی واقعات و تاریخی مواد سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ تذکروں میں تاریخی واقعات بھی شامل رہتے ہیں۔ تذکروں کے مطالعے سے اس زمانے کے حالات کی عکاسی ہوتی ہے جس دور کے شعرا کا اس میں ذکر ہوتا ہے جبکہ تاریخ پورے عہد اس عہد کی طرز معاشرت تہذیب و تمدن۔ میاں و سماجی اور مذہبی اقدار کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس میں زیر بحث امر کی ابتدا کے ساتھ

ساتھ اس کی عہد بہ عہد ترقی کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہوتا ہے۔ گہرے ہوئے زمانے کے حالات و واقعات کا ذکر مربوط شکل میں زمانی ترتیب کے ساتھ عہد بہ عہد پیش کیا جاتا ہے۔ حالات و واقعات کے ذکر میں قیاس آرائی نہیں ہوتی بلکہ تحقیق اور دلائل سے کام لیا جاتا ہے۔ تذکرہ میں مکمل طور سے عصری آگہی حاصل نہیں ہوتی نہ ہی تحقیق و تصدیق اور حوالے کی ضرورت پر زور دیا جاتا ہے۔ تاریخ عہد ماضی کے حالات و واقعات سے تعلق رکھتی ہے۔ تذکرہ کے لئے ماضی کی قید نہیں ہوتی۔ اس میں کسی خاص عہد کے افراد کا ذکر بھی ہو سکتا ہے اور صرف موجودہ دور کے شعرا کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ پرانے تذکروں میں تو حروف تہجی کے مطابق بھی ترتیب ملتی ہے۔ تذکرہ میں تاریخی واقعات اور سوانح عصری کے علاوہ شعرا کے کلام کے انتخاب اور اس پر تنقیدی آرا بھی ہوتی ہیں۔ کسی خاص عہد کی تہذیب و تمدن طرز معاشرت اور علم و ادب کا معیار تذکروں کی روشنی میں قائم کیا جاتا ہے۔ کسی خاص زمانے میں شعرو سخن کی ترقی کے بارے میں رائے تذکروں کی روشنی میں قائم کی جاتی ہے۔

ادبی تاریخوں میں کئی طرح کی تقسیم کی گئی ہے۔ مثلاً اردو میں مقامی اور زمانی اعتبار سے تقسیم کی گئی ہے کہیں دبستانوں کہیں مختلف اصناف اور کہیں تحریکوں کے اعتبار سے تقسیم کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ موضوعات کے اعتبار سے بھی تقسیم کی گئی ہے۔ ان سب کے ہوتے ہوئے بھی ان تقسیموں میں منطقیانہ اور سائنسی شعور کا فقدان ہے۔ اس لئے احتشام حسین نے ان رجحانات کو "چند حقیقتوں کی بے ربط یکجائی" بتایا ہے۔ لیکن ان کے تحقیقی و تنقیدی مواد کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ کسی ادبی تاریخ کی تکمیل کے لئے یہ ناگزیر ہیں۔ علی جواد زیدی نے ادب کی تاریخ کے لئے زبان کی تاریخ کو ضروری قرار دیتے ہوئے لکھا ہے —

” ادب کی تاریخ بنیادی طور پر ادب کی تاریخ ہے لیکن
 ضمنی طور پر زبان کی بھی تاریخ ہے۔ زبان کے تغیرات
 اور تبدیلیاں معاشرے کے عہد بہ عہد تبدیلیوں سے ربط
 رکھتی ہیں۔ ان کو بھی ادب کی تاریخ کا لازمی جزو بننا
 چاہئے اس کے بغیر نہ تو ادب کا مزاج سمجھا جاسکتا
 ہے نہ زبان کے ارتقاء کی مختلف منزلوں کا شمار ہو سکتا
 ہے۔ زبان کے ساتھ عروص کی بھی تاریخ ہے اور تمام
 تمام اصناف سخن کی الگ الگ تاریخ ہے مقامی اثرات
 کی تاریخ ہے۔ زبانوں کے میل جول سے مختلف زبانوں
 کے ادبی اور ثقافتی روایات کے امتزاج و ارتباط سے جو
 نئے ادبی روایات بنتے بگڑتے رہتے ہیں اخذ و ترکہ کا
 عمل جس طریقے پر جاری رہا ہے ان سب کی تاریخ
 ہے ان سب کو سموئے بغیر ادبی تاریخ کیسے بنے گی
 مختلف قوموں اور مختلف نسلوں کے میل جول سے ملک
 کے اندر جو عام ذہنی فکری اور سماجی دھارے بہنے
 لگے ہیں ان کا بھی ادبی تاریخ سے گہرا ربط ہے۔“ ۱

اردو ادب کی تاریخ نویسی کے ارتقاء میں تذکروں کی بہت اہمیت
 ہے۔ ادبی تاریخ کے سرمایے کا مآخذ یہ تذکرے ہی ہیں۔ ادبی تاریخ سے
 واقفیت حاصل کرنے کے لئے تذکروں سے استفادہ ناگزیر ہے۔ تنویر احمد علوی
 نے بھی تاریخ ادب کے لئے تذکروں کی اہمیت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی
 ہے۔

” باقاعدہ تاریخ نہ ہوتے ہوئے بھی تذکرہ تاریخ روایت کے درمیان کی ایک ایسی کڑی ہے جس سے صرف نظر کے ساتھ نہ تاریخ کی پوری طرح تفہیم ممکن ہے نہ ادبی افکار کا تجزیاتی مطالعہ۔“ ۱

اردو کی ادبی اور لسانی تاریخ کے سلسلے میں قدیم تذکروں پر نظر ڈالنی ہوگی۔ یہ تذکرے تاریخ ادب کے نقطہ نظر سے نہیں لکھے جاتے تھے اس لئے اس میں کسی باضابطہ تاریخی شعور کی تلاش بیکار ہے۔ اس دور میں ان تذکروں میں تذکرہ نگاروں نے اپنے نزدیک نو شاعری کی تاریخیں پیش کی ہیں لیکن یہ تذکرے جدید سائنس کے شعور کے ساتھ نہیں لکھے گئے ہیں۔ گارمان دنامی نے اپنے خطبہ میں ان تذکروں کے ضمن میں لکھا ہے۔۔۔

” اہل ایران اور ان کے تتبع میں ہندی مسلمان خاص کر ہم عصر لوگوں کی سوانح لکھنے کے بہت شوقین ہیں اور جیسا کہ ہمارے ہاں کا حال ہے ان میں صرف تاریخ وفات مفقود نظر آتی ہے لیکن یہ تذکرے تجارتی مفاد کے ادب کا اہم جزو ہیں۔ ان تذکروں میں مشہور مولفین اور دوستوں کی مدح سرائی دل کھول کے کی جاتی ہے اور اس حیلے سے انہیں اپنی فصاحت اور بلاغت اور انشا پردازی دکھانے کا خوب موقع ملتا ہے اور عمدہ اشعار کا انتخاب کر کے اپنے ذوق سلیم کا اظہار کرتے ہیں۔“ ۲

۱۔ تذکروں کی تاریخی و ادبی اہمیت۔ تنویر احمد علوی۔ متمولہ ابلاغ ص ۸

۲۔ خطبات گارمان دنامی۔ گارمان دنامی۔ ۱۸۵۰ء تا ۱۸۶۹ء ص ۵۵

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قدما اپنی تفریح طبع کے لئے بیاضین رکھتے تھے۔ جن میں شعراء کے پسندیدہ اشعار درج کر لیتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اپنی پسند اور رائے کا اظہار بھی کر دیتے تھے۔ ضمناً شاعر کی ذات سے متعلق چند مضمین لکھ دیا کرتے تھے وہ ایسا اپنی ذاتی یادداشت یا تفریح کی غرض سے کرتے تھے۔ اردو میں تذکرہ نویس کی روایت بارہویں صدی سے شروع ہوئی اور یہ سلسلہ اردو کی پہلی ادبی تاریخ "آب حیات" کی اشاعت تک چلتا رہا۔ "آب حیات" سے قبل لکھے گئے ان تذکروں کا طرز تقریباً ایک طرح کا ہے۔ جن میں شعراء کے حالات کے ساتھ ان کے کلام کے نمونے پیش کئے جاتے تھے۔ شعراء کے حالات کے تحت تذکرہ نگار بہت اختصار سے کام لیتے تھے کبھی کبھی تو یہ اختصار بے جا ہوتا ہے کیونکہ تذکرہ نگار کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ جتنے شاعروں سے اسے ذاتی واقفیت یا جتنے شاعروں کے حالات سننے میں ان کا ذکر کر دین۔ آگے چل کر ان تذکروں میں شعراء کی تعداد کو اہمیت دی جانے لگی۔ شعراء کا زیادہ سے زیادہ تعداد میں ذکر بھی تذکرہ نگاری کا معیار بن گیا۔ اگر تذکرہ نگار کو کسی غیر اہم اور غیر معروف شاعر کا بھی کلام پسند آگیا تو اس کا ذکر بھی کر دیا۔ کلام کا انتخاب تذکرہ نگار اپنی پسند کے مطابق کرتے تھے۔ ساتھ ساتھ کلام پر اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے تھے ایسا کرنے میں اکثر تذکرہ نگار غیر جانب داری کو پس پشت ڈال کر انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے تھے۔ حالات زندگی اور تنقیدی نظریات اتنے مختصر اور مبہم ہیں کہ بہت سے شاعروں کا صرف نام لکھ دیتے تھے یا صرف تخلص۔ شخصیت کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں ہوتی تھی اور اگر ہوتی بھی تھی تو عام قسم کے صرف دوچار الفاظ میں بیان کی جاتی تھی۔ اگر کسی کی شخصیت بیان کرنے میں خاص رعایت برتی تو الفاظ کی زیادتی ہوتی تھی جس سے عبارت رنگین ہو جاتی تھی اور پڑھنے والے کی توجہ الفاظ کی رنگینی میں لکھو جاتی تھی اور عبارت کی رنگینی معانی سے سبقت لے جاتی تھی۔ شاعروں کی شخصیت ان رنگین الفاظ میں ڈوب جاتی تھی۔ شخصیت کے

بیان میں تحقیق نامکمل ہوتی تھی۔ انہیں تحقیق سے سروکار نہ تھا جو باتیں معلوم ہوتی تھیں انہیں پر اکٹا کرتے تھے ان باتوں کے صحیح یا غلط ہونے سے انہیں غرض نہ تھی۔ کبھی کبھی تذکرہ نگار طرف داری یا مخالفت میں انصاف کو پس پشت ڈال دیتے تھے جس کے نتیجے میں جوابی تذکروں کا سلسلہ جاری ہوا۔ ان قدیم تذکروں میں منین واقعات کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ تذکروں کی ترتیب عموماً دیوان میں غزلوں کی طرح حروف تہجی کے اعتبار سے ہوتی تھی۔ اس سے تاریخی ترتیب یا شاعر کے زمانے کا کوئی اندازہ نہیں ہو پاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ شاعروں کی منین ولادت اور وفات بھی نہیں لکھتے تھے۔ جس سے تقدم اور تاخر کا پتہ لگانا بھی مشکل ہوتا تھا۔ تاریخی اعتبار سے بہت سی باتیں صحیح نہیں ہیں۔ بعض اوقات بہت سی منی سنائی باتیں درج کردی ہیں۔ شاعروں میں زیادہ تر غزل گو شاعر ہی کا انتخاب کیا گیا ہے۔ غزل کے علاوہ دوسری اصناف مثلاً مرثیہ مثنوی واسوخت رباعی قصیدہ وغیرہ نظر انداز کر دیے گئے ہیں۔ زبان کی عہد بہ عہد کی تبدیلیوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے حالانکہ زبان میں عہد بہ عہد تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ قدیم شاعروں کے کلام کو زبان کی تبدیلیوں کے پس منظر میں دیکھنا ضروری ہے۔ محمد احسن فاروقی تذکروں کے متعلق اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔۔۔

"یوں تو تذکرے بھی سرقسم کی تاریخ کی طرح ہیں.....
 ان میں شاعروں ہی کا ذکر ہوتا ہے ان میں شاعروں کے کلام پر رائے ہوتی ہیں ان میں شاعروں کے کلام کے نمونے ہوتے ہیں۔ زیادہ تر یہ رائیں اور نمونے بے تکیے ہی ہوتے ہیں مگر اکثر ان کو پڑھ کر یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ ان کے پس منظر میں کچھ اصول بھی کارفرما ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ نویسوں کی نظر میں شاعری زبان کا کفیل ہے اس

کے اصولِ قرون سے اٹل چلے آ رہے ہیں۔ قواعد بیان و بدیع عروس ان تین چار دائروں میں سب اصول آجاتے ہیں اور ان سے باہر جانے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ قواعد بیان اور عروس کی غلطیوں ہی کا ذکر ہوتا ہے۔ فصاحت اور بلاغت کی اصطلاحیں صنائع کے نام بحرون کے نام یہی سب فراوانی کے ساتھ مستعمل نظر آتے ہیں۔ شاعروں کے کلام پر رائیں پر از مبالغہ الفاظ میں ایسی مگھم ہوتی ہیں کہ ان کے اصلی معنی تک پہنچنا دشوار معلوم ہوتا ہے ہاں یہ ضرور محسوس ہوتا ہے کہ کہیں قصیدہ لکھا جا رہا ہے تو کہیں شجرہ ان میں بھی جدید دور کے محقق ادب کو کچھ نشانات ایسے ضرور مل جائیں گے جن پر وہ اپنی جدید رایوں کی کچھ غیر مستحکم ہی سہی بنیاد قائم کر لیں۔"

بعض نقادوں کا خیال ہے کہ تذکرے بیکار ہیں۔ لیکن تذکروں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ہمارا بے قیمت ادبی سرمایہ ہیں۔ آج کے معیاروں پر ان تذکروں کو جانچنا نا انصافی ہے۔ ان تذکروں کی ہمارے ادب میں خاص ادبی تاریخ اور تنقیدی اہمیت ہے جن کی بنا پر ان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ فی الحال ہمارا مقصد ادبی تاریخ سے ہے اور ادبی تاریخ کے ذکر میں تذکروں کی اہمیت سے گریز ممکن نہیں۔ جیسا کہ محمد منور عالم لکھتے ہیں —

"تذکرہ تنقید سے نہیں تاریخ ادب سے قریب ہیں اگر تذکرے نہ لکھے جائیں تو تنقید کا کچھ نہیں بگڑے گا"

لیکن ادبی تاریخ کی بہت سی اہم کڑیاں ضرور گم ہو جائیں گی۔ تاریخ ادب کا تار و پود بھی تذکرے ہیں۔ انہیں کے وسیلے سے کسی زبان کے ادب کی تاریخ مرتب ہوتی ہے اور بھی ان کا خاص منصب ہے۔" ۱

ان تذکروں کو پیش نظر رکھنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ آزاد نے اردو کی پہلی تاریخ "آب حیات" کی بنیاد کے لئے جن کو ماڈل بنایا وہ محدود سرمایہ چند تذکروں کی شکل میں ہے۔ جو مجمل۔ مختصر اور غیر محقق تھے۔ ان میں مواد مختصر اور کم اعتبار تھا۔ ابھی تذکرہ نگاری نئے رجحانات سے واقف ہو ہی رہی تھی کہ سنہ ۱۸۸۰ء میں محمد حسین آزاد نے ایک زبردست تصنیف "آب حیات" پیش کر کے ادبی دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا۔ بقول پروفیسر شیرانی —

"اس کی آمد سے ایک دھوم مچ گئی ہوگی۔ قدردانوں نے اشتیاق کے ہانسون سے لیا ہوگا اور شوق کی آنکھوں سے پڑھا ہوگا اردو کیا فارسی میں بھی اس انداز اور پائے کی کوشش کتاب موجود نہیں تھی جس میں اردو اور فارسی کا مرہ موجود ہو اس کی سادہ ستر چھوٹے چھوٹے فقرے ملکر رنگ آمیزی عبارت کا بانگھن بیان کی شوخی لصفون اور چٹکلوں کی بہتات تاریخ میں افسانے کا ڈھنگ اور نثر میں نظام کا لطاف ایسی خصوصیات تھیں جن سے دنیا اس کی گرویدہ ہوگئی۔" ۲

۱ تمیز تحریر - ڈاکٹر محمد منصور عالم ص ۲۰۰

۲ بحوالہ - شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن - سید عبد اللہ

آبِ حیات کا بنیادی مقصد تاریخِ ادب تحریر کرنا تھا۔ آبِ حیات کے سرورق پر آزاد نے لکھا ہے کہ اس میں مشاہیرِ شہرا اردو کے سوانح اور زبانِ مذکور کی عہد بہ عہد کی ترقیوں اور اصلاحوں کا بیان ہوگا۔ آبِ حیات سے قبل نشر و نظم کی کوئی باقاعدہ مسلسل تاریخ نہیں ملتی ہے۔ صرف تذکروں میں دی شاعروں کے حالات درج ہوتے تھے۔ آزاد کو تذکروں کی کوتاہیوں اور خامیوں کا پہلی بار احساس ہوا اور ان کوتاہیوں کو دور کرنے کے لئے انھوں نے آبِ حیات تصنیف کی۔

قدیم تذکروں کی اس خامی کا آزاد کو احساس تھا کہ ان میں بے جا اختصار ہوتا ہے جس کی وجہ سے مصنفوں اور شعرا کی تفصیل نہیں ملتی۔ ان کے کلام پر صحیح رائے پس نہیں کی جاتی جس سے ان کے کلام کی خوبیوں اور خرابیوں کا اندازہ نہیں ہو پاتا۔ سرسری طور پر ہر ایک کے لئے مختصر نثری نوٹ لکھ کر اکتفا کی جاتی ہے۔ اس لئے آبِ حیات کی تالیف کے ذریعہ آزاد نے ان خامیوں کو دور کرنا چاہا۔ آبِ حیات کو مرتب کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے آزاد لکھتے ہیں —

”نہ کسی شاعر کی زندگی کی مرگشت کا حال معلوم ہوتا ہے نہ اس کی طبیعت اور عادات و اطوار کا حال کھلتا ہے نہ اس کے کلام کی خوبی اور صحت و مقم کی کیفیت کھلتی ہے۔ نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معاصروں میں اور اس کے کلام میں کن کن باتوں میں کیا نسبت تھی۔ انتہا یہ ہے کہ سال ولادت اور سال فوت تک بھی نہیں کھلتا اگرچہ اعتراس ان کا کچھ اصلیت سے خالی نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی معلوماتیں زیادہ تر خاندانوں یا کمالوں اور ان کی صحبت یافتہ لوگوں میں

ہوتی ہیں۔ وہ لوگ کچھ تو انقلاب زمانہ سے دل شکستہ ہو کر تصنیف سے ہاتھ کھینچ بیٹھے کچھ یہ کہ علم اور اس کی تصنیفات کے انداز روز بروز کے تجربے سے رستے بدلتے ہیں۔ عربی فارسی میں اس ترقی اور اصلاح کے رستے مالہا سال سے مسدود ہو گئے۔ انگریزی زبان ترقی اور اصلاح کا طلسمات ہے۔ مگر خاندانی لوگوں نے اول اول اس کا پڑھنا اولاد کے لئے عیب سمجھا اور ہماری قدیمی تصنیفوں کا ڈھنگ ایسا راقع ہوا تھا کہ وہ لوگ ایسی وارداتوں کو کتابوں میں لکھنا کچھ بات نہ سمجھتے تھے۔ ان جھوٹی جھوٹی باتوں کو زبانی جمع خرچ سمجھ کر دوستانہ صحبتوں کے نقل مجلس جانتے تھے اس لئے وہ ان رستوں سے اور ان کے فوائد سے آگاہ نہ ہوئے۔ اور یہ اندیشہ کیا خبر تھی کہ زمانہ کا ورق الٹ جائے گا۔ پرانے گھرانے تباہ ہو جائیں گے۔ ان کی اولاد ایسی جاہل رہے گی کہ اسے اپنے گھر کی باتوں کی بھی خبر نہ رہے گی اور اگر کوئی بات ان حالات میں بیان کرے گا تو لوگ اس سے مسند مانگیں گے۔ غرض خیالات مذکورہ بالا مجھ پر واجب کیا کہ جو حالات ان بزرگوں کے معلوم ہیں یا مختلف تذکروں میں متفرق مذکور ہیں انہیں جمع کر کے ایک جگہ لکھوں اور جہاں تک ممکن ہو اس طرح لکھوں کہ ان کی زندگی کی بولتی چلتی پھرتی چلتی تصویریں سامنے آن کھڑی ہوں اور انہیں حیات جاودان حاصل ہو۔" ۱

شاعروں کی منہ بولتی تصویریں پیش کرنے اور شاعروں کے تفصیلی حالات بیان کرنے میں آزاد کامیاب بھی ہوئے ہیں لیکن ان تصویروں کے رنگ بھرنے میں حقیقت کو افسانہ بنا کر پیش کر دیا ہے۔ نقادوں کا خیال ہے کہ شعرا کی حقیقی تصویر پیش کرنے کے بجائے انہیں "افسانہ باران کہن" بنا کر رکھ دیا ہے۔
 "آب حیات" میں اس کی صراحت میں لکھتے ہیں —

"چونکہ میں نے بلکہ میری زبان نے ایسے ہی اشخاص کی خدمتوں میں پرورش پائی تھی۔ اس لئے ان خیالات میں دل کی شگفتگی کا ایک عالم تھا کہ جس کی کیفیت کو کس بیان کی طاقت اور قلم کی زبان ادا نہیں کر سکتی لیکن مانند ہی افسوس آیا کہ جن جوہریوں کے ذریعہ سے یہ حواشرات مجھ تک پہنچے وہ تو خاکہ میں مل گئے جو لوگ باقی دین وہ بجھے چراغوں کی طرح ایسے ویرانوں میں پڑے ہیں کہ ان کے روشن کرنے کی یا ان سے روشنی لینے کی کس کو پرواہ نہیں۔ پس یہ باتیں کہ حقیقت میں اثبات ان کے جوہر کھالات کے ہیں اگر اسی طرح زبانوں کے حوالے رہیں تو چند روز میں صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے اور حقیقت میں یہ حالات نہ مٹیں گے بلکہ بزرگان مرموف دنیا میں فقط نام کے شاعر و جاثین گئے۔ جن کے مانند کوئی بیان نہ ہوگا جو ہمارے بعد آئے والوں کے دلوں پر یقین کا اثر پیدا کر سکے۔ ہر چند کلام ان کے کمال کی یاد گار موجود ہیں مگر فقط دیوان جو بکتے پھرتے ہیں بغیر ان کے تفصیلی حالات کے اس مقصود کا حق پورا پورا نہیں ادا کر سکتے۔ نہ اس زمانے کے عالم

اس زمانے میں دکھا سکے اور یہ نہ ہوا تو کچھ بھی
نہ ہوا۔" ۱

"آب حیات" سے قبل تذکروں میں شاعروں کا ذکر حروف تہجی کے اعتبار سے ہوتا تھا اس سے شعرا کے متعلق تقدم اور تاخر کا پتہ لگانا مشکل تھا کہ کون سا شاعر کس عہد سے تعلق رکھتا ہے۔ حروف تہجی کا خیال رکھنے کی وجہ سے مختلف عہد کے شعرا کا حال ایک ساتھ بیان کرنے کی وجہ سے تاریخ کا تسلسل قائم نہیں رہ پاتا تھا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے شعرا کا ذکر نین ادوار میں متقدمین متوسطین اور متاخرین سے وابستہ کیا ہے۔ وہ بھی حروف تہجی کے اعتبار سے بیان کیا ہے اس طرح ان تذکرہ نگاروں کے یہاں بھی تاریخ کا تسلسل قائم نہیں رکھا گیا ہے۔ ادوار قائم کرنے کے مصلحتی مین کوئی اصول تذکروں کے لئے مخصوص نہیں تھے۔ تذکرہ نگاروں کی مرضی اس اصول میں کارفرما تھی۔ آزاد نے اردو تذکروں کی اس خامی کو دور کر کے زمانی اعتبار سے اردو شاعری کے دور قائم کئے۔ ہر دور کی زبان اس کا عہد بہ عہد ارتقا، اظہار بیان کے انداز اور شاعری کی خصوصیات بیان کیں اور ہر دور کے شاعر کے حالات تاریخی تسلسل کے ساتھ بیان کئے۔ شعرا کے من ولادت اور وفات کا بیان مبین کے مطابق کیا۔ اس طرح آزاد نے تاریخ اور زمانی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے اردو نظم کی تاریخ مرتب کی۔ مسیح الزمان "آب حیات" کے بارے میں لکھتے ہیں —

"آب حیات تذکرہ اور تاریخ ادب کے درمیان کی چیز ہے
لیکن آزاد کی بصیرت آزاد کا شعور اور آزاد کی بلند
نگاہی ایسی زبردست ہے کہ انہوں نے ان تمام اجزا کو
ایسی کامیابی سے آب حیات میں سمویا ہے کہ آب حیات

اردو ادب میں ایک لافانی کتاب کہلانے کے ساتھ ساتھ
 اردو کی تاریخ کی ناگزیر کتاب ہے۔ معلومات اور ادبی
 تبصرے سے قطع نظر آبِ حیات اپنے عہد کے ایسے تنقیدی
 اور ترقی پسند رجحانات کی آئینہ دار ہے کہ اردو ادب
 کی تاریخ کے سلسلے میں وہ آج بھی سب سے اہم ہے۔" ۱

آزاد نے آبِ حیات میں زبانِ اردو کی تاریخ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ
 نظمِ اردو کی تاریخ میں اردو شاعری کے پانچ دور قائم کئے۔ آزاد نے یہ دور
 زبانِ اردو کی عہد بہ عہد کی تبدیلیوں کا لحاظ رکھتے ہوئے قائم کئے تھے لیکن
 انور میوانی کے مطابق —

" یہاں آزاد تاریخ نگاری کی بنیادی غلطی کے مرتکب ہوئے۔
 الفاظ کے استعمال اور طرزِ بیان کی تبدیلیوں کے اصول
 ہر کسی زبان کے ادب کی تاریخ کے دور قائم کرنا درست
 نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو شاعری میں الفاظ کی ہمیشہ
 اشمیت رہی ہے۔ موضوعِ بیان اور نفسِ مضمون ثانوی
 حیثیت رکھتے ہیں۔ آزاد نے اردو شاعری کے مروجہ خیال
 کی روشنی میں اردو نظم نگاری کے پانچ دور قائم کئے۔
 ادب کی تاریخ میں صرف الفاظ کی تبدیلیوں اور منون کا
 لحاظ کر کے مختلف دور قائم کرنا درست نہیں ادب کی
 تاریخ میں — ادوار کے فرق کا تعین کرنے کے لئے بہت
 سے دوسرے عوامل کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ طرزِ بیان کی
 تبدیلیوں سے زیادہ خیال و فکر کی دنیا میں مختلف

رجحانات کے واضح تصور کی بنیاد پر ہی ادب کی تاریخ
میں مختلف ادوار کے فرق کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ الفاظ
کے استعمال اور طرز بیان کی تبدیلی ادب کی تاریخ میں
کوئی اہم مقام نہیں رکھتی آزاد کے دل میں اردو شاعری
کے دور قائم کرنے کا خیال غالباً انگریزی ادب کی تاریخ
کی ترتیب کا حال جان کر ہوا لیکن انہیں ادبی تاریخ کے
بنیادی اصولوں سے واقفیت نہ تھی وہ انگریزی ادب کی
تاریخ نگاری کے اصول سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔" ۱

آب حیات کے مطالعے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آزاد نے زبان اور
طرز بیان کی تبدیلیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہی اردو شاعری کے دور قائم کئے۔
بعض نقادوں کا خیال ہے کہ ان ادوار میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اور اس
لئے ان ادوار کی تقسیم درست نہیں ہے۔ آزاد کے لئے اس طرح شاعری کے ادوار
قائم کرنے کی پہلی کوشش تھی اور وہ بھی تاریخی۔ تسلسل کا لحاظ رکھتے ہوئے
اور ان کے پیش نظر کوئی اس طرح کی تخلیق بھی نہیں تھی اس لئے آزاد کے
قائم کئے ہوئے ادوار کو ناقص نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اس کے باوجود آب حیات کی
اہمیت کم نہیں ہوتی۔ ادوار کے حساب سے تاریخی اور موضوعاتی دونوں ہی
حقائق کو سامنے رکھنے کی یہ پہلی کوشش تھی۔ آزاد نے تحقیق میں کچھ
فرو گذاشتیں کی ہیں مگر یہ امر قابل تعریف ہے۔ کہ پہلی بار انہوں نے اردو
ادب کی ایسی تاریخ قلم بند کی۔ انہوں نے آب حیات کے ذریعہ اردو تاریخ
نویسی کا ایک نیا راستہ نکالا ہے۔ انہوں نے آب حیات میں بے ترتیبی کو ختم کر کے
تاریخی تسلسل کا آغاز کیا۔ شعرا کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا اور ہر دور کی

خصوصیات پر تبصرہ کیا۔ مولوی کریم الدین نے "طبقات الشعراء ہند" میں یہی روش اپنائی تھی مگر آزاد نے اب حیات میں تفصیل سے کام لیا اور تاریخی تسلسل کا خیال رکھا۔ یہ بات بھی صحیح ہو سکتی ہے کہ آزاد کو انگریزی ادب کی تاریخ کے انداز بیان پر ہی اب حیات کو مرتب کرنے کا خیال پیدا ہوا ہو۔ ڈاکٹر جانسن نے انگریزی لٹریچر میں تذکرۃ الشعراء ترتیب دیا ہے جس میں ان کے زمانے کے

انگریزی شاعروں کی زندگی اور ان کے حالات تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ ادب کی متعدد تاریخیں لکھی گئی ہیں لیکن اس اعتبار سے آزاد کی اب حیات ڈاکٹر جانسن کی "Lives of Poets" کے قریب قرار دی جاسکتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شعرا کا تذکرہ مرتب کرنے کا خیال آزاد کو "Lives of Poets" سے ہی آیا ہو۔ ڈاکٹر جانسن کی اس تصنیف کی انگریزی ادب میں جو حیثیت ہے اردو ادب میں اب حیات کو وہی اہمیت حاصل ہے۔ ویسے اب حیات مرونسن

چرچل کی مشہور کتاب "A History of English Speaking Peoples"

کے بھی قریب معلوم ہوتی ہے۔ "اب حیات" اور "A History of English Speaking Peoples"

دونوں ہی تصانیف کا مقصد بھی تقریباً ایک ہی ہے جیسا کہ جیلانی کامران نے بیان کیا ہے —

"چرچل کی کتاب تاریخ اقوام انگلشیہ انگریزی نسل کی اقوام کے شاندار ماضی کی روداد ہے جس کا خیال ایسا وقت میں ظاہر ہوا تھا جب اس نسل کی قوموں کو اپنے گم ہو جانے کا خوف دامن گہرتھا مگر انگریز نسل کی اقوام اس مانعے سے بچ گئیں اور چرچل کی کتاب نوحہ نہ بن سکی لیکن محمد حسین آزاد کی تہذیب ایک ایسے ہی المناک مانعے کا شکار ہو گئی اور اس کی تہذیبیں تاریخ ایک گمشدہ ماضی کی روداد بن گئی۔ اب حیات گم شدہ ماضی کی گونجی ہوئی آواز ہے

جیسے آثار قدیمہ آباد سرزمینوں پر پکار پیدا کرتے ہیں۔^۱

آب حیات کو اردو ادب میں ایک باضابطہ ادبی تاریخ کی حیثیت حاصل ہے۔ آب حیات کے بعد ادبی تاریخوں کا ایک ململہ شروع ہو گیا اور بعد کے تاریخ نویسوں نے آب حیات کی پیروی کی۔ آب حیات کی پیروی میں لکھی گئی ان تاریخوں کی اگر فہرست بنائی جائے تو ایک لمبی فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ لیکن آب حیات کے نتیجے میں جو قابل ذکر تصانیف معرض وجود میں آئیں ان میں سے چند کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔ خم خانہ جاوید — لالہ سری رام — میرالہ صنفین مولوی محمد یحییٰ تنہا — گل رعنا — حکیم سید عبدالحی — جواہر مخن — مولوی محمد مبین جریا کوٹی — مختصر تاریخ ادب اردو — ڈاکٹر اعجاز حمین — شعرالہ ند عبدالملام ندوی — داستان تاریخ اردو — حامد حسن قادری — تاریخ ادب اردو — رام بابو سکمینہ — ارباب نثر اردو — سید محمد — منشورات احسن مارہروی — اردو لے اسالیب بیان — محی الدین قادری زور۔

ان تذکرہ نگاروں نے زبان و ادب کی تاریخ ادوار کی تقسیم معلومات کی ترتیب و تنظیم کلام اور شخصیت کے اعتبار سے آزاد کی پیروی کی ہے۔ مگر آزاد کا طرز بیان اختیار نہیں کیا ہے۔ کیونکہ آزاد کے یہاں رنگین عبارت کا استعمال ہوا ہے۔ کلام پر تنقید کرتے وقت زیادہ تر مداح سراہی اور لفاظی ہوتی ہے لیکن آب حیات کے بعد تذکرہ - تاریخ اور تنقید کے لئے رنگین عبارت کو ترک کر کے مادہ اور وضاحتی نثر کو اپنایا گیا۔ اس ذیل میں حامد حسن قادری لکھتے ہیں —

”ایسی کتاب لکھ دی کہ آپ بھی کوئی تذکرہ نویس آب حیات

کے استفادہ سے بے نیاز نہیں رہے پھر اس میں کچھ غلط

بیانیان اور بے جا طرفداران بھی ہون تو ان سے آزاد فصل
تقدم اور آب حیات کی اولیت میں فرق نہیں آتا۔

زبان کی مباحث اور ارتقا کے متعلق آزاد کی مخندان
فارس اور مقدمہ آب حیات سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی
گئی۔ آزاد کی زباندانی شوق تحقیق اور قوت ایجاد نے اردو
میں اپنی نوعیت کی پہلی تصانیف پیدا کر دی۔^۱

آزاد نے آب حیات کے ابتدائی ابواب میں اردو زبان کی تاریخ اس کا
تدریجی ارتقا برج بخاشا اور فارسی زبانوں کے اس پر اثرات اور اردو نظم کی تاریخ
بیان کی ہے۔ زبان اردو کی تاریخ کے ذیل میں مختصراً ہندوستان کی تاریخ کا
ذکر کر دیا ہے۔ ایران کے حالات کا بھی ذکر آگیا ہے۔ اردو زبان کی تعمیر میں
مختلف زبانوں کے جوالفاظ لئے گئے ان پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ دراصل یہ
باب اردو کی تاریخ لسانیات سے تعلق رکھتا ہے۔ آب حیات کے باب دوم
”نظم اردو کی تاریخ“ میں شاعر اور شاعری کی خصوصیات بیان کرتے ہیں۔
آزاد کو اردو شاعری کی مروجہ خامیوں کا احساس تھا جن کا تذکرہ انہوں نے
آب حیات میں خود ان الفاظ میں کیا ہے۔

”یہ اظہار قابل افسوس ہے کہ ہماری شاعری چند معمولی
مطالب کے بندون میں پھنس گئی ہے یعنی مضامین
عاشقانہ میخواری مستانہ۔ بے گل و گلزار دھمی و بوکا
پیدا کرنا۔ ہجر کی مصیبت کا رونا۔ وصل موہوم پر خوش
ہونا۔ دنیا سے بیزاری اس میں فلک کی جفا کاری اور

غضب یہ ہے کہ اگر کوئی اعلیٰ ماجرا بیان کرنا چاہتے ہیں تو یہی خیال امتحان میں ادا کرتے ہیں - نتیجہ جس کا یہ کہ کچھ نہیں کر سکتے - جو شاعری ہمارا ہر قسم کا مطلب اور ہمارے دل کا ہر ایک ارمان پورا نہ نکال سکے - گویا ایک ٹوٹا قلم ہے جس سے پورا حرف نہ نکل سکے - " ا

اس طرح آزاد ادب میں افادیت - مقصدیت چاہتے ہیں - حالی کی طرح آزاد ادب سے افادیت کا تقاضہ کرتے ہیں - دراصل آزاد حالی اور شبلی کے نظریات بہت حد تک ملتے جلتے ہیں - آزاد کا ماحول وہی تھا جو حالی اور شبلی کا تھا - اس سے قبل کسی نے شعرو شاعری سے متعلق ان نظریات کا اظہار نہیں کیا جن خیالات کا اظہار آزاد نے کیا تھا - حالی کی " مقدمہ شعرو شاعری " تو بعد کی تصنیف ہے آزاد نے اب حیات میں پہلے ہی شاعری سے افادیت کا تقاضہ اور مروجہ شاعری کی خامیاں ظاہر کر دی تھیں جس میں شاعروں کا ذکر کیا گیا ہے - اب حیات کا وہ حصہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اب حیات کا مقدمہ ہی یہ تھا کہ اس میں شاعروں کی جیتی جاگی تصویریں پیس کی جائیں - آزاد کو اپنے اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی ملی - انور میوانی آزاد کے قلمی مرقسون کے بارے میں لکھتے ہیں -

" شاعروں کی جیتی جاگی تصویر جیسی آزاد نے پیس کی ہیں وہ اپنا نظیر نہیں رکھتیں - شاعروں کے خدو خال ان کے عادات و اطوار پوشاک اور ان کی سماجی و معاشرتی زندگی کا نقشہ جس طرح آزاد نے پیش کیا ہے اردو کا کوئی تذکرہ نگار اس معاملے میں ان کی برابری نہیں

کرسکتا حق تو یہ ہے کہ شاعروں کی قلبی تصویریں پیش کرکے انہیں نے ان کو حیات جاودانی عطا کر دی ہے۔ تاریخی شواہد اور واقعات کے بیان میں آزاد سے اکثر لغزشیں ہوئی ہیں ان کے کچھ بیان کردہ واقعات منی منائی باتوں پر مشتمل معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے ناقدین کا کہنا ہے کہ آزاد نے خیالی کے طوطا مینا اڑائے ہیں کچھ سچائی ضرور رکھتا ہے۔ آزاد کے زمانے کا لحاظ رکھتے ہوئے اور تحقیقات کے راستے میں جتنی دشواریوں کا سامنا انہیں کرنا پڑا ہوگا اب حیات میں بیان کئے گئے واقعات کی صحت پر ضرورت سے زور دینا حقائق سے چشم پوشی کرنا ہوگی۔^۱

آب حیات میں جو ادوار قائم کئے گئے ہیں اس سے اس کی اہمیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ یہ صفت عام تذکرین اور تاریخوں میں نہیں پائی جاتی۔ آزاد نے اردو شاعری کے پانچ ادوار قائم کئے۔ دور اول میں ولی اور ان کے معاصرین کا ذکر ہے۔ دوسرا دور شاہ حاتم اور خان آرزو اور ان کے معاصرین کے حالات پر مشتمل ہے۔ تیسرے میں میر سودا اور ان کے معاصرین کا بیان ہے چوتھا دور جرات سے شروع ہوکر شیخ مصحفی پر ختم ہوتا ہے۔ پانچویں دور میں نامیخ آتس مومن ذوق غالب دبیر و انیس وغیرہ کا ذکر ہے۔ ہر دور سے پہلے تمہید میں اس دور کی خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہر عہد میں زبان کی تبدیلیاں اور ہر عہد کے مختلف شعرا کے حالات بمعہ نمونہ کلام کے ساتھ بائے جاتے ہیں اور ان کے کلام کے بارے میں اپنی آرا پیش کی ہیں۔ کچھ نقادوں کا خیال اب حیات کی تحقیقی فروگراشتوں پر جانا ہے۔ یہ درست ہے کہ اب حیات

میں کچھ تحقیقی فروگراشتین آزاد سے ہوئی ہیں۔ ان فروگراشتون کے باوجود
آب حیات کے ادبی مرتبے میں فرق نہیں آتا۔

غرض یہ کہ آب حیات اردو تاریخ اور تحقیق نقشی اول ہے اور نقش
اول ہونے کی وجہ سے بے عیب نہیں ہو سکتا۔ اس زمانے اور حالات کے مطابق
آزاد نے آب حیات لکھ کر اردو ادب میں ایک بڑا کارنامہ انجام دیا۔
آب حیات کے بعد اردو ادب کی جتنی تاریخیں لکھی گئی ہیں اور مختلف شعرا
پر جو تحقیقی کام ہوئے ان میں آب حیات کی پیروی کی گئی ہے اور آب حیات
کا اثر صاف ظاہر ہے۔ اسلم فرخی اردو ادب میں آب حیات کی اہمیت کا
اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

”تحقیق و تدقیق سے قطع نظر آب حیات اردو شاعری کی
پہلی مکمل اور مبسوط تاریخ ہے جو ادبی تاریخوں کے
ذہن پر لکھی گئی ہے۔ اس نے تذکرہ نویس کے قدیم
انداز کو یکسر منسوخ کر دیا اور تاریخ ادب کی روایت کو
فروغ بخشا۔ آب حیات شعرائے اردو کا پہلا سلسلہ وار
جائزہ اور ان کے ادبی کارناموں کی اولین تفصیل ہے۔
یہی سلسلہ وار جائزہ اور ادبی کارناموں کی تفصیل
تاریخ ادب کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔“ ۱

اپنے زمانے اور حالات کے اعتبار سے آزاد نے جو کچھ کیا اسے
بلا شبہ اردو ادب میں ایک کارنامہ کی حیثیت حاصل ہے۔ آب حیات ادبی

تاریخ کی حیثیت سے محض ابتدائی کوشش ہے۔ ابتدائی کوشش ہونے کی وجہ سے اگر معاشرتی اور تاریخی عوامل مین کوتاہی ہوئی تو اس سے آب حیات کی اہمیت اثر انداز نہیں ہوتی۔ پہلی ادبی تاریخ ہونے کے باوجود یہ ہمیں معلومات اور اطلاعات فراہم کرتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ادب سے ہمارا تعلق قائم کرتی ہے۔ آزاد نے شاعروں کی شخصیت ماحول اور شاعری کے عہد بہ عہد ارتقا اور اردو شاعری کے مختلف ادوار کو اس طرح پیش کیا ہے کہ ان کے کمال کی داد اور آب حیات کی اہمیت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ آزاد نے اپنے بعد کے تذکرہ نگاروں اور اردو ادب کی تاریخ ترتیب دینے والوں کی آب حیات لکھ کر رہنمائی کی۔ اس طرح آب حیات کی تاریخی حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

”آبِ حیات“ میں آزاد کا تنقیدی زاویہ نگاہ

"آب حیات" میں آزاد کا تنقیدی زاویہ نگاہ

آزاد کا "آب حیات" لکھنؤ کا مقصد شعرا کے حالات بیان کرنا نہ تھا بلکہ ان کی بولتی، چلتی، بھرتی تصویریں پیش کرنا تھا البتہ شعرا کی چلتی بھرتی تصویریں بنانے کے ساتھ آزاد نے ان کے ادبی مرتبے اور مقام کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے اردو تنقید کے اولین نمونے شعرائے اردو کے تذکروں میں تذکرہ نویس شاعری کے حسن قبح کا فیصلہ عروض و قوافی اور بیان و بدیع کے اعتبار سے کرتے یعنی اسلوب، طرز ادا، زبان و بیان، عروض و قوافی، محاورہ، چلن اور ترسیل ابلاغ کی روشنی میں شاعری کو پرکھتے تھے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں اردو میں شاعری کا آغاز بڑی حد تک فارسی شاعری کے ساتھ میں ہوا۔ اس لئے ایک زمانے تک شاعری کو پرکھنے کے لئے بھی انہیں معیاروں کو رہنما بنایا جو عربی اور فارسی میں رائج تھے اسی لئے آزاد سے قبل تذکرہ نگاروں کے نزدیک شعر کا حسن موزون میں نہیں ہوتا تھا وہ صرف ہئیت اور صورت پر زور دیتے تھے اسی وجہ سے شعرائے اردو کے تذکروں سے تنقیدی ناریات کا اخذ کرنا دشوار ہے کیونکہ ان میں شعرا کے کلام کے نمونے زیادہ دئے ہیں اور ان کے کلام پر رائے دینے میں صرف چند سطروں پر اکتفا کیا گیا ہے جس کی وجہ سے بوجہ اختصار پیدا ہو گیا ہے۔ شعرا کے کلام پر جو رائے دی گئی ہیں وہ چند اصلاحات یا صفات تک ہی محدود ہیں۔ شاعر کے کلام کی مضمون، انفرادیت، سیرانہیں کوئی سروکار نہ تھا وہ چند صفات و اصطلاحات کو مختلف شعرا کے لئے مختلف انداز سے استعمال کرتے تھے جہاں محاسن و معائب کا ذکر ہے وہاں رعایت لفظی، لفاظی اور مبالغہ آرائی صاف نظر آتی ہے۔ شعرا کے کلام پر

رائے دیتے ہوئے اسلوب بیان کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔

ہندوستان میں غدر کے بعد سے ایک ایسی فضا پیدا ہو گئی کہ ادب کا افادی اور اخلاقی پہلو مرکزیت اختیار کر گیا۔ لفظی مرصع کاریوں، تصنع اور مبالغے کے زور کی مخالفت کی۔ اس تحریک نے خیالی داستانوں سے ہٹ کر حقیقی واقعات قلم بند کرنے پر زور دیا اس رجحان کو سرسید اور حالی کے علاوہ محمد حسین آزاد نے بہت فروغ دیا۔ انھوں نے اردو ادب کی مروجہ اور تقلیدی عناصر سے بیزاری کا اظہار کیا اور اردو ادب میں نثری موضوعات شامل کرنے کی تجویز پیش کی۔ غدر کے بعد اور نئی تعلیم کے پھیلنے کے بعد جن لوگوں نے انگریزی ادبیات سے اثر قبول کیا اس میں آزاد کا نام بہت نمایاں ہے۔

آزاد کا تعلق دہلی کالج اور تحریک انجمن پنجاب کے علاوہ لاہور میں کرنل ہالرائیڈ اور دوسرے انگریزی دانوں سے رہا۔ تحریک انجمن پنجاب کے تنقیدی زاویے کے سلسلے میں انور سدید لکھتے ہیں —

”..... تحقیق و تنقید کا یہ زاویہ اس لئے بھی اہمیت رکھتا ہے

کہ اس فروع اول میں محمد حسین آزاد کا حصہ زیادہ ہے۔ آزاد

کی تنقید تذکروں کے جذباتی تاثرات کے برعکس ایک نئی جہت پیش

کرتی ہے۔ نہ تحریک انجمن پنجاب نے اس انداز تنقید کو نہ صرف

سروان چڑھایا بلکہ تلافی حقیقت اور جستجو کے صدقہ کی طرح بھی

ڈالی۔ آزاد کے جمالیاتی اسلوب نے اس میں وائعاتی زندگی آمیزی کی

اور شعرا کے حالات زندگی، تاریخی تناظر اور اشعار کے نمایاں

انتخاب اور ان سب پر دھوکہ انداز میں نقد و تبصرے سے تنقید

کی ایک نئی روایت مرتب کی۔“

آزاد اور حالی نیز شاعری کے متعلق جن بنیادی مسئلوں پر روشنی ڈالی ان پر

اس سیر پہلے اس طرح غور نہیں کیا گیا تھا شاعری کے تفریحی اور ہئیتی پہلو کی جگہ شاعری کے اخلاقی، افادی اور اجتماعی پہلو کو ترجیح دی۔ شاعری کی قدر و قیمت کو صرف طرز بیان، طرز ادا اور اسالیب تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے اخلاقی اور معاشرتی قدر و قدر کو بھی مد نظر رکھا شاعری کو سماج اور معاشرے کی تبدیلی اور ترقی کا ایک ذریعہ اور وسیلہ سمجھا۔ آزاد نے اردو شاعری کو پامال اور فرسودہ خیالات کے دائرے سے نجات دلائے کی کوشش کی۔ اپنے معاصرین کی طرح مغربی ادب اور تنقیدی خیالات و نظریات سے اثر قبول کیا جس کے نتیجے میں انہیں اردو شاعری محدود نظر آئی انہوں نے شعر و ادب کی کمیون اور خامیوں پر نظر ڈالی اور شعر و ادب کے متعلق اپنے خیالات پیش کیے آزاد کے تنقیدی نظریات کو سمجھنے میں ”آب حیات“ کے علاوہ ”سخندان فارس“، ”نیرنگ خیال“، ”دیباچہ مجموعہ نظام آزاد“ اور ان کے مشہور لکچر ”نظم اور کلام موزون کے باب میں چند خیالات“ سے بھی مدد ملتی ہے۔ اردو شعر و ادب کے محدود ہونے کا ذکر سب سے پہلے آزاد ہی نے کیا اور اردو شاعری کی اصلاح کے لئے نئی تجاویز پیش کیں اور اس بات پر زور دیا کہ شاعری کو صرف تفریح طبع کا ذریعہ نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اس کے افادی پہلو کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ آزاد نے شعر و ادب کو سماجی و معاشرتی نظام کی اصلاح کا ذریعہ بنانے کی طرف توجہ دلائی۔

انجمن بنیاد کے لکچروں کے ذریعے آزاد نے زبان کی جو خدمت انجام دی ہے

وہ ہماری ادبی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ محمد حسین آزاد کا تعلق بھی

اس انجمن سے رہا ہے اسی انجمن کے ذریعے اردو میں ایک خاص انداز کے شاعروں کی بنیاد پڑی۔ ان شاعروں میں مصرع طرح کی بجائے شعرا کو کسی خاص موضوع پر لکھنے کی دعوت دی جاتی تھی جس کا مقصد اردو شاعری میں وسعت و تنوع پیدا کرنا تھا۔

یہ ایک نیا تجربہ تھا اس لیے اس کی مخالفت بھی ہوئی — اپنے نقطہٴ نظر کے برحق

اور بروقت ثابت کرنے کے لیے دنیا کی عام تبدیلیوں اور ہندوستان کی خاص

تبدیلیوں کی طرف متوجہ کیا — ان خامیوں کا ذکر کیا جن سے ہماری شاعری دوچار

ہے اور انگریزی ادبیات سے استفادہ پر زور دیا — لکھتے ہیں —

”نثر انداز کے خلعت و زیور جو آج کے مناسب حال ہیں وہ انگریزی

صند وقون میں بند ہیں کہ ہمارے پہلو میں دھرے ہیں اور ہمیں

خبر نہیں — ہاں ان کی کنجیاں ہمارے انگریزی دانوں کے پاس ہیں“^۱

مندرجہ بالا خیالات سے صاف ظاہر ہے کہ آزاد بدلیے ہوئے حالات میں مغربی ادب سے

استفادہ کو ناگزیر سمجھتے ہیں اور اردو شاعری کے دامن کو وسیع دیکھنے کے

آرزومند ہیں —

”انگریزی میں بہت سے خیالات اور مضامین ایسے ہیں کہ ہماری زبان

نہیں ادا کر سکتی یعنی جو لطف ان کا انگریزی زبان میں ہے وہ

اردو میں پورا ادا نہیں ہو سکتا جو کہ حقیقت میں زبان کی نا طاقتی

کا نتیجہ ہے“^۲

جیسے جیسے ان کی واقفیت مغربی ادب اور دنیا کی دوسری ترقی یافتہ زبانوں کے

ادب سے ہوئی ویسے ویسے ان میں اردو ادب کی کم مائیگی کا احساس بڑھتا گیا ان کے

یہ جملے دیکھتے ہیں —

”..... دیکھتا ہوں کہ علوم و فنون کا عجائب خانہ کھلا ہے اور

ہر قوم اس لیے اس فن کی انشا کی دستکاریاں بھی سجا رہی ہے۔

کیا نثر نہیں آتا ہماری زبان کو درجہ پر کھڑی ہے؟ ہاں صاف

نثر آتا ہے کہ با انداز میں بڑی ہے“^۳

۱ — نام آزاد — محمد حسین آزاد — ص ۱۶

۲ — آب حیات — محمد حسین آزاد — ص ۶۴

۳ — ایذا — ص ۸۱-۸۲

وہ نثر تقاضوں کی وجہ سے مغربی ادب کے قائل تو ہوئے لیکن اپنے ادب کے قدیم سرمائے کی اہمیت اور معنویت کا بھی انہیں احساس رہا ۔

” اے میرے اہل وطن ، مجھے بڑا افسوس اس بات کا ہے کہ عبارت کا زور ۔ مضمون کا جوش و خروش اور لطائف و صنائع کے سامان تمہارے بزرگ اس قدر دیر گئے ہیں کہ تمہاری زبان کسی سے کم نہیں کمی فقط اتنی ہے کہ وہ چند بے موقع احاطوں میں گھر کر محبوس ہو گئے ہیں ۔ وہ کیا ؟ مضامین عاشقانہ ہیں جس میں کچھ وصل کا لاف ، بہت سے حسرت و ارمان ، اس سے زیادہ ہجر کا رونا ، شراب ، ساقی ، بہار ، خزان ، فلک کی شکایت اور اقبال مند و ن کی خوشامد ہے ۔۔۔۔۔ افسوس یہ ہے کہ ان محدود دائروں سے ذرا بھی نکلنا چاہیں تو قدم نہیں اٹھا سکتے ، یعنی اگر کوئی واقعی سرگزشت یا علمی مطالب یا اخلاقی مضمون نظام کرنا چاہے تو اس کا بیان بد مزہ ہو جاتا ہے ۔ ان محدود احاطوں میں جو کچھ محدود ہے وہ ڈیڑھ سو برس سے آج تک بڑے بڑے سحرالبیان فصیحون نے شام کو صبح اور صبح کو شام کر کے پیدا کیا ہے ۔ دلون کے خون اور دماغوں کے سینے روغن کر کے بہائے ہیں جب یہ دل پسند خیالات ۔ مستہ الفاظ ۔ پاکیزہ ترکیبیں ۔ خوشنما تراشیں ۔ مضمون کی گرمیاں ۔ انداز کی شوخیاں پیدا ہوئی ہیں کہ سننے والوں کے کان میں اثر ڈالتی ہیں ۔“

اردو کے قدیم ادبی سرمائے کے قائل ہونے کے باوجود زمانے کے تغیرات کے مطابق

نثرے رجحانات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ آب حیات میں لکھتے ہیں —

”..... بڑی قباحت یہ پیدا کی کہ ارباب زمانہ نے متفق اللفظ

کہہ دیا کہ اردو نام مضامین عاشقانہ ہی کہہ سکتی ہے۔ اسے

ہر ایک مضمون ادا کرنے کی طاقت اور لیاقت بالکل نہیں اور یہ

ایک بڑا داغ ہے جو ہماری قومی زبان کے دامن پر لگا ہے۔

سوچنا ہون کہ اسے کون دھوئے؟ ہاں یہ کام ہمارے نوجوانوں کا

ہے جو کشور علم میں مشرقی و مغربی دونوں دنیاؤں کے کناروں

پر قابض ہو گئے ہیں۔ ان کی ہمت آبیاری کرے گی دونوں کناروں سے

بانی لائبریری اور اس داغ کو نہ فقط دھوئے گی بلکہ قوم کے دامن

کو موتیوں سے بحر دے گی۔“^۱

آزاد اردو شاعری کے گرد کوئی جامد حصار دیکھنا نہیں چاہتے وہ اردو

شاعری کو چند محدود احاطوں کی قید سے آزاد دلانے کے حق میں ہیں۔ اردو شاعری

میں خاص طور پر اردو و غزل میں آزاد کو جو خامیان ناز آئیں اس کو انہوں نے ان

الفاظ میں بیان کیا ہے۔

”یہ انار کا ایک انیس ہے کہ ہماری شاعری ہندوستان میں

کے ہندوؤں میں بے شمار گئی ہے۔ یعنی مضامین عاشقانہ مثلاً خواری

مستانہ۔ بے رنگ و گلزار۔ دھمی رنگ و بو کا پیدا کرنا۔

ہجر کی مصیبت کا رونا۔ وصل موہوم پر خوش ہونا۔ دنیا سے بیزاری

اسی میں فلک کی جفا کاری اور غضب یہ ہے کہ اگر کوئی اصلی ماجرا

بیان کرنا چاہتے ہیں تو یہی خیال استعاروں میں ادا کرتے ہیں۔“^۲

۱۔ آب حیات۔ محمد حسین آزاد۔ ص ۸۵

۲۔ اپنا۔ ص ۸۱

آزاد عبارت میں استعاروں کی کثرت اور مبالغے کے زور کو پسند نہیں کرتے یہی بات انہوں نے "نیرنگ خیال" کے دیباچے میں ان الفاظ میں کہی ہے۔

"اس سرزمین کی ہوا بگڑی ہوئی ہے جو کچھ کیا ہے وہ اتنا ہی ہے کہ فارسی زبان کے برون سے اڑی۔ لفاظی اور مبالغے کے زور سے آسمان پر چڑھ گئی۔ وہاں سے جو گری تو استعاروں کی تہہ میں ڈوب کر غائب ہو گئی۔ اس کی طبع آزمائی کا زور اب تک چند مطالب میں محصور ہے۔ مضامین عاشقانہ، گل گشت مستانہ، نصیبوں کا رونا، امید موہوم پر خوش ہونا، امراء کی ثنا خوانی، جس پر خفا ہوئے اس کی خاک اڑائی"۔^۱

اردو زبان نے فارسی سے جو اثرات لئے اس سے اردو زبان کو فوائد کے ساتھ نقصانات بھی ہوئے۔ فارسی کی رنگین اور بر تکلف عبارت کی تقلید سے اردو زبان نے نقصانات اٹھائے۔ آزاد اردو زبان کی ترقی و فروغ کے لئے زبان کی سادگی کے قائل تھے۔ آزاد نے پہلی بار اردو میں شاعری کی افادیت اور مقصدیت پر روشنی ڈالی اور زندگی سے شاعری کے تعلق کو واضح کیا۔ شاعری کے لئے اخلاقی اور اصلاحی موضوعات پر زور دیا۔

"ہم اپنے زوروں کو بے اصل اور معدوم باتوں میں شائع کرتے ہیں اور جواہر کے خزانے کام کی جگہ نہیں لگا سکتے۔ یہ جگہ لڑائی ہے"۔^۲

آب حیات میں شاعری کی مقصدیت پر ان الفاظ میں زور دیتے ہیں۔

"جو شاعر، ہمارا ہر قسم کا مطلب اور ہمارے دل کا ہر ایک ارمان نہ نکال سکے، گویا ایک ٹوٹا قلم ہے جس سے بورا حرف نہ نکال سکے"۔^۳

۱۔ نیرنگ خیال۔ دیباچہ محمد حسین آزاد ص ۵

۲۔ نام آزاد۔ دیباچہ۔ محمد حسین آزاد۔ ص ۲

۳۔ آب حیات۔ محمد حسین آزاد۔ ص ۸۲

آزاد مروجہ اردو شاعری کی لانا فتون کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں واقعیت اور حقیقت کے فقدان کا ذکر کرتے ہیں۔

”بے شک ہماری طرز بیان اپنی جست بندش اور قافیوں کے مسلسل کھٹکون سے کانون کو اچھی طرح خبر کرتی ہے۔ اپنے رنگین الفاظ اور نازک مضمونوں سے خیال میں شوخی کا لطف پیدا کرتی ہے۔ ساتھ ساتھ کلام اور عبارت کی دھوم دھام سے زمین و آسمان تہہ و بالا کردیتی ہے مگر اصلی مقصود یعنی دلی اثر یا اظہار واقعیت کو ڈھونڈ و تو ذرا نہیں۔ چند مضمون ہیں کہ ہماری زبانوں پر بہت روان ہیں مگر حقیقت میں ہم ان میں بھی ناکام ہیں مثلاً اگر ہم کسی کے حسن کی تعریف کرتے ہیں تو رشک حور اور غیرت بری بر قناعت نہ کر سکتے اس لیے ایک بے نام ممکنات و محالات کا بنا دیتے ہیں“۔

آزاد اردو شعر و ادب میں وسعت و تنوع پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے انھوں نے فرسودہ و نامال مضامین کی مخالفت کی۔ آزاد کے نزدیک شاعری کا تعلق موضوع و مواد سے زیادہ ہے اسلوب، طرز ادا اور جمالیات سے اتنا نہیں ہے آزاد شاعری سے ملک و قوم کی اصلاح کا کام لینا چاہتے تھے اس لیے آزاد مقصدی اور افادی شاعر کی طرف توجہ دلاتا تھا۔ شاعری کو قوم و ملک کی اصلاح کا ذریعہ بنانا چاہتے تھے۔ شاعری میں انفرادی تجربات کے مقابلے میں اجتماعی مسائل کے اظہار کے قائل ہیں اس لیے اردو شاعری کی خامیوں کے بیان میں کہیں کہیں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ مثبت برستی اور قافیہ کی حد بندی نے شاعری میں

بہت سی خامیاں پیدا کر دی تھیں۔ سرسید - آزاد اور حالی کی اصلاحی کوششوں سے شاعری میں نثریہ موزوعات کی اہمیت کا احساس ہوا اور نثری مسائل کو شاعری کا موضوع بنایا گیا۔ شاعری کا یہ تصور بڑی حد تک مغربی اثرات کا نتیجہ ہے۔ نوکلاسیکی مغربی ادب میں مقصدیت - افادیت اور حقیقت پسندی کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ آزاد نے اپنے دوسرے معاصرین کی طرح امر حقیقت پسندی کا اثر قبول کیا۔ شاعری میں خارجی ہزیت اور اسلوب کی رنگینی کے بجائے موضوع اور مواد کو اہمیت دی۔ آزاد سے قبل ادب میں افادیت - مقصدیت اور حقیقت پسندی کا کوئی مقام نہ تھا۔ آزاد نے "نیرنگ خیال" میں اس کی طرف اشارہ کیا اور زمانے کی تبدیلیوں کے مطابق اردو شعر و ادب کے لئے حقیقت پسندی پر زور دیا۔

"اب وہ زمانہ نہیں کہ ہم اپنے لڑکوں کو ایک کھانی طوطے یا مینا کی زبانی سنائیں۔ ترقی کریں تو چار فقیر لڑکوں کو ہند کر بیٹھ جائیں یا ہریان اڑائیں۔ دیو بنائیں اور ساری رات ان کی باتوں میں گنوائیں۔ اب کچھ اور وقت ہے اسی واسطے ہمیں بھی کچھ اور کرنا چاہیے"۔^۱

انگریزی ادب کی حقیقت پسندی اور واقعیت کا اعتراف کرتے ہوئے اب حیات میں لکھتے ہیں۔

"انگریزی، تحریر کے عام اصول یہ ہیں کہ جس شے کا حال یا دل کا خیال لکھتے ہو اس پر اس طرح ادا کیجیے کہ خود وہ حالت گزرنے سے یا اس کے مناجدہ کرنے سے جو خوشی یا غم یا غصہ یا رحم یا خوف یا جوش، دل پر ڈال رہی ہوتا یہ بیان وہی عالم اور وہی سماں دل پر چھا دیں"۔^۲

۱۔ نیرنگ خیال - دیباچہ - محمد حسین آزاد - ص ۷

۲۔ آب حیات - محمد حسین آزاد - ص ۶۲

آزاد موضوعات کی یکسانیت ، رسمی اور روایتی انداز کی مخالفت کرتے ہیں ۔
 زمانے کے تقاضوں اور زمانے کی تبدیلیوں کے ساتھ وہ شعر و ادب کو بھی ارتقائی
 منازل طے کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں ۔ وہ نظام آزاد میں لکھتے ہیں —
 ” تمھاری شاعری جو چند محدود احاطوں میں بلکہ چند زنجیروں میں
 مقید رہی ہے اس کے آزاد کرانے میں کوشش کرو ۔ نہیں تو ایک زمانہ
 تمھاری اولاد ایسا بائیر گی کہ ان کی زبان شاعری کے نام سے بے نشان
 ہوگی ”^۱

آگے لکھتے ہیں —

” کیا یہ حیف کی جگہ نہیں کہ آج ہماری زبان حرف تاثیر سے خالی ہو
 کیا یہ رنج کی جگہ نہیں کہ اوروں کے سامنے ہماری زبان ضعف بیانی
 کے ساتھ ہزار نقصوں سے مطمئن ہو ۔ اے خاکِ ہندوستان اگر تجھ
 میں امراؤ القیص اور لبید نہیں تو کوئی کالید اس ہی نکال ۔
 اے ہندوستان کے صحرا و دشت ، فردوسی نہیں تو کوئی
 والمیک ہی پیدا کر دو ۔ جاننے والے جاننے ہیں کہ شاعری کے لئے
 اول قدرتی جوہر بعد اس کے چند تحصیلی اور علمی لیاقتیں
 چاہئیں بعد اس کے شوق کامل اور مشقِ دوامی ”^۲

آب حیات سے قبل اردو میں جو تذکرے لکھے گئے تھے آزاد کو ان کی خامیوں اور
 کمزوریوں کا احساس تھا ۔ آزاد وقت کے تقاضوں اور جدید ضرورتوں کے مطابق ادب
 میں تبدیلی چاہتے تھے چاہے وہ تذکرے ہوں یا شعری سرمایہ اور اس سب کے بیچھے
 جو جذبہ کارفرما تھا وہ ان کی انگریزی ادب سے واقفیت اور وقت کی ضرورتوں کا
 عرفان ۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ شاعری اور ادب معاشرے سے گہرا تعلق

۱۔ نظام آزاد ۔ محمد حسین آزاد ۔ ص ۱۸

۲۔ اپنا ” ص ۱۹

رکھتے ہیں۔ نئی تعلیم سیر فیضیاب اور مغربی ادب کے قائل افراد کے رویوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”نثر تعالیم یافتہ جن کے دماغ میں انگریزی لالٹینوں سے روشنی پہنچتی ہے وہ ہمارے تذکروں کے اس نقص پر حرف رکھتے ہیں کہ ان میں نہ کسی شاعر کی زندگی کی سرگزشت کا حال معلوم ہوتا ہے نہ اس کی طبیعت اور عادات و اطوار کا حال کھلتا ہے نہ اس کے کلام کی خوبی اور صحت و سقم کی کیفیت کھلتی ہے۔ نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معاصروں میں اور اس کے کلام میں کن کن باتوں میں کیا نسبت تھی۔ انتہا یہ کہ سال ولادت اور سال فوت تک بھی نہیں کھلتا۔“

آزاد نیرارد و شعری سرمایہ سیر جو بیہ امیدانی کا اظہار کیا ہے اس کا سبب اردو شاعری کے بڑے حصے کی فرسودگی تھی۔ آزاد نیرارد و شاعری میں نثر اسالیب اور نثر موزوعات داخل کرنے کا مشورہ دیا۔ غزل کے مقابلے میں نظم کی ہیئت کے احکام انہیں احسان تھا۔ ان کے لٹیرامہ، مضمون، مقصدی اور اخلاقی مضامین کے لٹیر نام کو انہوں نے ترجیح دی۔ قدیم ادبی تصور اور جدید تقاضوں کی کشمکش انہوں نے جس طرح حل کیا وہ ایک مثال ہے لکھتے ہیں۔

”..... اردو میں جو سرمایہ انشا بردازی کا ہے فارسی کی بدولت ہے۔ قدما نے فارس ہر قسم کے مضامین سے لطف اٹھاتے تھے۔ متاخرین فقط غزل میں منحصر ہو گئے۔ ذی استعداد قصیدے بھی کہتے رہے اردو والوں نے بھی آسان کام سمجھ کر اور عوام پسندی کو غرض شہر اکبر حسن و عشق وغیرہ کے مضامین کو لیا اور اس میں کچھ شک نہیں

کہ جو کچھ کیا بہت خوب کیا لیکن وہ مضمون اس قدر مستعمل ہو گئے کہ سنتیر سنتیر کان تماٹ گئے ہیں۔ وہی مقررہ باتیں ہیں۔ کہیں ہم لفظوں کو بھر و بیش کرتے ہیں کہیں ادب بدل کرتے ہیں اور کہے جاتے ہیں گویا کھائے ہوئے بلکہ اوروں کے چبائے ہوئے نوالے ہیں انہیں کو چبائے ہیں اور خوش ہوتے ہیں ۰۰۰۰ ان خیالات کے اراد کرنے کے لئے ہمارے بزرگ الفاظ و معنی اور استعاروں اور تشبیہوں کے ذخیرے تیار کر گئے ہیں اور وہ اس قدر زبانوں پر روان ہو گئے ہیں کہ ہر شخص تھوڑے فکر سے کچھ نہ کچھ کر لیتا ہے اگر اور خیال نام کرنا چاہے تو ویسا سامان نہیں پاتا البتہ ذی استعداد مشاق چاہیں تو کربھی سکتے ہیں لیکن کم بخت حسن و عشق کے مضمون — اس کے خط و خال اور بہار گلزار کے الفاظ ان کی زبان و دہان میں رحیر ہوئے ہیں۔ اگر کچھ کہنا چاہیں تو اول اسے بھلا لیں پھر اس کے مناسب مقام و سیر ہی نوالے استعارے — نئی تشبیہیں — انوکھی ترکیبیں اور لفظوں کی عمدہ تراشیں پیدا کریں اور یہ بڑی عرق ریزی اور جان کا کام ہے۔ بے ہمتی جو ہماری قوم پر حاکم با اختیار بنی ہوئی ہے اسے اس سے زیادہ روکنے کا موقع کیا مل سکتا ہے — ان کو احساس تھا قدیم سیر جدید تک پہنچنے میں بڑی دشواریاں ہیں اس لئے انہوں نے بہت سیر راستیے بتائے — مثلاً ”جدید یا نیا قبول کرنے کے لئے قدیم یا روایت کو شعوری طور پر بھلا نا پڑے گا — ان کے خیال میں قوم کی سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ فرسودہ خیالات و نظریات کی نفی کی جائے — ادب و زندگی کی ترقی میں حائل مروجہ ادبی تصورات کو نئے اصولوں اور معیاروں کے مطابق پرکھا جائے۔ آزاد کو ارد و شاعری

بر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ امر میں وسعت و تنوع کی کمی ہے۔ اس کے موضوعات محدود ہیں اور زیادہ تر شعرا ایسا ہی قسم کے مضامین کو لفٹاؤن کے بدلے کے بعد کہتے ہیں۔ آزاد نے اردو شاعری کے لئے جو اصلاحیں پیش کیں ان کا تعلق موضوع سے بھی ہے اور ہئیت سے بھی — موضوع کے سلسلے میں آزاد یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اس کا دائرہ وسیع کرنا چاہئے۔ صرف عشق و محبت تک محدود نہیں رکھنا چاہئے۔ شاعری میں وسعت اور تنوع کی کمی پر اعتراض کرتے ہوئے آزاد کہتے ہیں —

”کاش آگر قدم بڑھاتے تاکہ حسن و عشق کے محدود صحن سے

نکل جاتے اور ان میدانوں میں گھومتے دڑتے کہ نہ ان کی وسعت کی

انتہا ہے نہ عجائب و لطائف کا شمار“ —

آب حیات میں آزاد نے ”نام اردو کی تاریخ“ میں شاعری کا عہد بعہد ارتقا بیان

کرنے کے ساتھ ساتھ شاعری کے متعلق اپنے نظریات اور شاعری کے بنیادی مباحث کا

ذکر کیا ہے۔ آزاد شعر و ادب کی افادیت اور مقصدیت پر زور دیتے ہیں

شعر و ادب کے متعلق آزاد کے نظریات سرسید، حالی اور شبلی کے نظریات سے بہت

کچھ مماثلت رکھتے تھے کیونکہ یہ لوگ بھی اصلاح پسند تھے اور شعر و ادب کے

اصلاحی پہلو پر زور دیتے تھے ان کے نظریات کی تشکیل میں مخصوص سماجی، سیاسی

اور تعلیمی حالات کا دخل ہے۔ زمانے کا تقاضا بھی تھا کہ مغربی ادب اور خاص

طور سے انگریزی ادب سے اثرات قبول کیے جائیں اور اردو ادب کو فرسودہ اور

کہنہ مضامین سے نجات دلانے کی کوشش کی جائے تاکہ اردو ادب میں وسعت و تنوع

پیدا ہو سکے۔ انور سیوانی آزاد کے متعلق لکھتے ہیں —

”..... آزاد کو انیسویں صدی کے ادب کی طرح احساس تھا کہ

جدید اردو ادب کی تشکیل کے لئے اس کے مختلف اصناف کو ان کے

برائے ڈھیر پر لے جانا ٹھیک نہیں۔ انہیں احساس بات کا بھی احساس تھا

کہ اردو ادب عربی یا فارسی کا مقلد رہ کر اپنے راند و وسعتیں
 پیدا کرنے سے قاصر رہے گا۔ عربی و فارسی زبان دونوں سے یوں بھی
 تعلق کم ہوتا جا رہا تھا۔ ملک پر انگریزوں کی حکومت قائم ہونے
 کی وجہ سے عام طور پر ہندوستانی احساس کمتری میں مبتلا تھے۔ انگریز
 ادب کی تصنیفات سے واقفیت کے بعد وہ ذہنی طور پر بھی متاثر
 ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اپنے ہم عصر حالی کی طرح آزاد نے اردو
 ادب کی ترقی کے لئے انگریزی ادب سے استفادہ حاصل کرنا ضروری
 خیال کیا۔^۱

آزاد کو ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ دیوانوں کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے
 ہوتی ہے اس سے زبان کی بھید بعد تبدیلیوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ لکھتے ہیں
 ”اس بات سے کسی کو انکار نہ ہوگا کہ جو زبان دلی کی ان کے اوائل
 کلام میں تھی وہ اوسط میں نہ تھی پھر وہی اواخر میں نہ تھی۔
 یقیناً ”تینوں زبانوں میں ظاہر و واضح امتیاز ہوئے ہونگے مگر چونکہ
 رسم ملک نے دیوانوں کی ترتیب حروف تہجی پر رکھی ہے اس لئے آج ہم
 معلوم نہیں کر سکتے کہ ان کے عہد میں وقت بوقت ملکی زبانوں میں
 کیا کیا انقلاب کمر دے رہے تھے۔“^۲

آزاد نے اردو و شعر و ادب پر صرف اعتراضات ہی نہیں کیے ہیں بلکہ ان عیبوں کو
 دور کرنے کی تجاویز بھی دی ہیں۔ آزاد کو اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ ادب
 شعر کے صحیح نشوونما کے لئے ملک و قوم کی عام علمی حالت اور علوم و فنون کی ترقی
 ضروری ہے اور علوم و فنون کی ترقی ملک کے حالات کے مطابق ہوتی ہے۔

۱۔ تنقید، مآل العیہ۔ انور سیوانی۔ ص ۵۹۔ ۶۰

۲۔ آب حیات۔ محمد حسین آزاد۔ ص ۱۳۶

" قوم کی انشاء بردازی بموجب اس کے حالات کے ہوتی ہے اور خیالات اس کے بموجب حالات ملک اور تربیت ملکی کے ہوتے ہیں - جیسی ہندوستان کی تعلیم و شایستگی اور بادشاہوں اور امیروں کی قدر دانی تھی ویسی ہی انشاء بردازی رہی ۰۰۰۰ کوئی برہمن اپنے بازوؤں سے بڑھ کر ہر نہیں مار سکتا - اس (اردو) کے بازو ارس - سنسکرت - بھاشا وغیرہ تھے پھر اردو و بیچاری انگلینڈ یا روم یا یونان کے محلوں پر کیونکر جا بیٹھتی - مگر حقیقت میں عقدہ اس سوال کا ایک اور گرہ میں بند ہے - وہ یہ ہے کہ ہر ایک شہر کی ترقی کسی ملک میں اسی قدر زیادہ ہوتی ہے جس قدر شہر مذکور کو سلطنت سے تعلق ہوتا ہے یورپ کے ملکوں میں قدیم سیرد ستور ہے کہ سلطنت کے اندرون اور بیرون زور قوم کے ذاتی اور علمی لیاقتوں پر منحصر ہوتے تھے اور سلطنت کے کل انتظام اور اس کے سبب قسم کے کاروبار انہیں کے شمول اور انہیں کی عرق ریز تدبیروں سے قرار پاتے تھے - یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کی تجویزوں کی بنیاد علمی اور عقلی اور تاریخی تجربہ کے زوروں پر قائم ہوتی تھی - پھر لیاقت مذکورہ بھی سینکڑوں ہی میں منحصر نہیں بلکہ ہزاروں میں بھیلی ہوئی تھی - اس میں جہان اور مہمات سلطنت میں وہاں ایک یہ بھی تھا کہ ہر امر تنقیح طلب جلسہ عام کے اتفاق رائے سے تحریروں اور تقریروں میں فیصلہ ہوتا تھا - موقع پر جب ایک شخص جلسہ عام میں استاد ہو کر کوئی مطالبہ ادا کرتا تھا تو اس کی دنیا اس پر ہوجاتی تھی "۱

یہ ایک بالکل نیا تصور تھا اس طرح آزاد نے اردو شعر و ادب کی کوتاہیان

بیان کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے معاشرتی ، سیاسی ، لسانی اور تاریخی اسباب کی وضاحت بھی کی جن کے نتیجے میں یہ صورت پیدا ہوئی —

ادب کی ترقی میں زبان کا رول اور زبان کی ترقی میں دوسرے عوامل کا

کیا رول ہوتا ہے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے آزاد لکھتے ہیں —

” وہ (اردو) بے علمی کے عہد میں پیدا ہوئی اور اسی عہد میں پرورش اور تربیت پائی اب اس کی تدبیر ہوسکتی ہے تو اہل ملک ہی سے ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ خود علم و فنون حاصل کرو۔ اپنے ملک میں بھیلے اور بھائی بندوں کو اس سے آگاہ کرو۔ جب اس میں سب قسم کے کاروبار ہونگے تو ان کے الفاظ بھی ہونگے۔ ملک کے افلاس کے ساتھ زبان سے بھی افلاس کا داغ منجائے گا “^۱

آزاد نے شعر و ادب کی اس خامی کو دور کرنے کی تدبیر انگریزی ادبیات

سے استفادہ میں بتائی لکھتے ہیں —

” زبان انگریزی میں نام کا اور کچھ اور ہی ہے — مگر نثر میں بھی خیالی داستانیں یا اکثر مضامین خاص خاص مقاصد پر کہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان کی وسعت خیال اور پرواز فکر اور تازگی^۲ سنا میں اور ہارز بیان کا انداز قابل دیکھنے کے ہے — میں نے انگریزی انشاپردازوں کے خیالات سے اکثر چراغ روشن کیا ہے “^۳

آزاد نے انیہم ولہون کو مشورہ دیا ہے —

” — ہمیں چاہئے انگریزی باغ سے نثرے بودے لے کر اپنا گلزار

سجائیں البتہ دونوں زبانوں میں ایسی مہارت ہونی چاہئے کہ

یہ تعریف خوبصورتی کے ساتھ ہوسکے ، جیسا کہ ابتدا میں ہماری

اردو و فارسی کے انشاپرداز کرگئے اور پھر کہتا ہوں کہ یہ مطلب

جب کہی ہوا ، ان انگریزی داہون سے ہوگا جو دونوں زبانوں میں

پوری پوری مہارت رکھتے ہونگے ، کیونکہ ان کی د و نون آنکھیں روشن
 ہیں ، ارد و اپنی زبان پر اور انگریزی کنبی خدا نے دی ہے ۔
 ہم اور ہمارے ساتھی برائی لکھتے ہیں جو کچھ کرنا تھا سو
 کر کے نہ ان میدانوں میں ہم سے کچھ ہوسکے ، چقماق کے د و نون
 جڑوں کو ٹکراؤ کہ آٹ نکلتے اون اور شیشے کو رگڑو کہ الیکٹری سٹی
 کے فوائد حاصل ہوں لیکن فقط پتھر ہو تو پتھر ہی ہے اور فقط شیشہ
 ڈر کا گھر اپنی زبان کے زور سے اس میں اس طرح جان ڈالو کہ
 ہندوستانی کہیں سودا اور میر کے زمانے نے عمر د و بارہ بائی اس
 پر انگریزی روغن چڑھا کر ایسا خوش رنگ کرو کہ انگریز کہیں ،
 ہندوستان میں شیکسپیر کی روح نے ظہور کیا ۔^۱

آزاد نے شعر و ادب کے بعض ایسے بنیادی مسائل پر غور کیا جن پر پہلے
 غور نہیں کیا گیا تھا ۔ انہوں نے پہلی بار شاعری کی ماہیت اور افادیت پر
 روشنی ڈالی اور شاعری کا زندگی اور معاشرے سے تعلق پہلی بار فلسفیانہ انداز
 میں پیش کیا ۔ اس کے علاوہ شاعری اور حقیقت کا تعلق ، طرز شعر کی خصوصیت ،
 ہئیت اور موضوع کا تعلق ، شاعری سے شاعر کا تعلق ، شاعری پر زمانہ اور ماحول کے
 اثرات ، شعر کی تاثیر یہ ایسے مسائل تھے جن پر آزاد سے پہلے کسی نے غور نہیں
 کیا تھا ۔ فلسفہ شعر کے کئی مجرب مسائل ان کی نظریاتی تنقید کا مرکز بنے وہ
 لکھتے ہیں ۔

” فلاسفہ یونان کہتے ہیں کہ شعر خیالی باتیں ہیں جن کو واقعیت
 اور اصلیت سے تعلق نہیں ۔ قدرتی موجودات یا اس کے واقعات

کو دیکھ کر جو خیالات شاعر کے دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ اپنے
مطالب کے موقع پر موزون کر دیتا ہے۔ اس خیال کو سچ کی پابندی
نہیں ہوتی "۱۔

لیکن آزاد کا تصور شعر اس تعریف سے یوری طرح واضح نہیں ہوتا۔ پہلے آزاد یہ کہتے
ہیں کہ شعر خیالی باتیں ہیں جن کو واقعیت اور اصلیت سے تعلق نہیں اس کے بعد
یہ کہتے ہیں کہ قدرتی موجودات یا اس کے واقعات کو دیکھ کر جو خیالات شاعر
کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں وہ اپنے مطالب کے موقع پر موزون کر دیتا ہے ان جملوں
میں ایک طرح کا تضاد ہے۔ اگر شعر محض خیالی باتیں ہیں تو قدرتی موجودات اور
اس کے واقعات شاعری کا تعلق کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ واقعیت اور اصلیت، قدرتی
موجودات اور اس کے واقعات ایک ہی چیز ہیں اور محض خیالی باتیں نہیں ہیں
شعر کی تعریف کے سلسلے میں نام آزاد ہیں وہ لکھتے ہیں —

"شعر سے وہ کلام مراد ہے جو جوش و خروش خیالات سنجیدہ سے
پیدا ہوا ہے اور اسے قوت قدسیہ الہی سے ایک سلسلہ خاص ہے۔
خیالات ناک جون جون بلند ہوتے جاتے ہیں مرتبہ شاعری کو پہنچتے
جاتے ہیں "۲۔

شعر کی عظمت کے بارے میں آزاد نے خیالات کا اظہار نام آزاد میں ان الفاظ
میں کیا ہے —

"فی الحقیقت شعر ایک برتو روح القدس کا اور فیضان رحمت الہی
کا ہے کہ اہل دل کی طبیعت پر نزول کرتا ہے یہی سبب ہے کہ ظاہر
اپنے کلبہ احزان میں بڑا رہتا ہے مگر تمام عالم میں امرطرح
پر حکومت کرتا ہے جیسے کوئی صاحب خانہ اپنے گھر میں بھرتا ہے

....

..... شعر گلزار فصاحت کا بھول ہے ، گلہائے الفاظ کی خوشبو ہے ،
 روشنی عبارت کا برتو ہے ، علم کا عطر ہے ، قوائے روحانی کا جوہر ،
 تاثیر معنوی کا ست ہے روح کے لئے آب حیات ہے گرد غم کو دل
 سیر دھوتا ہے ، طبیعت کو بھیلاتا ہے ، خیال کو عروج دیتا ہے ،
 دل کو استغنا اور بے نیازی ذہن کو قوت پرواز دیتا ہے ،
 گرد افکار سے دامن کو بلند رکھتا ہے ، تنہائی میں دل لگی
 پیدا کرتا ہے ، وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت "۱

آزاد شعر کے لئے تاثیر کو ضروری خیال کرتے ہیں —

" کتابوں میں شعر کے معنی کلام موزون و مقفی لکھے ہیں لیکن
 در حقیقت چاہئے کہ وہ کلام موثر بھی ہو ایسا کہ مضمون اس کا
 سندے والے کے دل پر اثر کرے — اگر کوئی کلام مذاوم تو ہو لیکن
 اثر سیر خالی ہو تو وہ ایک ایسا کھانا ہے کہ جس میں کوئی مزا نہیں
 نہ کھٹا نہ میٹھا "۲

اس سیر صاف ظاہر ہے کہ کلام کی خوبی کا دار و مدار اس کی تاثیر پر ہے — میر تقی میر
 میر درد اور سودا کے کلام کی تاثیر کا بیان یوں کرتے ہیں —

" یہ ادنیٰ مفت میں کچھ کچھ تکلف بھی کرینگے مگر ایسا جیسے گلاب
 کے بھول پر — شبنم یا تصویر بر آئینہ — ان کا تکلف بھی
 اصلی لطافت پر کچھ لاف زیادہ کرے گا — اس کی خوبی پر بردہ
 نہ ہوگا تم میر صاحب اور خواجہ میر درد کو دیکھو گے کہ اثر

۱ — نام آزاد — ص ۷ — ۸

۲ — ایضاً " ص ۵

مین ڈوبے ہوئے ہیں - سودا کا کلام باوجود بلندئ مضمون اور
جستی بندش کے تاثیر کا طلسم ہوگا "۱

نظم و نثر کے فرق کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

"نظم ایک عجیب صفت صنائع الہی سے ہے اسے دیکھ کر عقل
حیران ہوتی ہے کہ اول ایک مضمون کو ایک سطر میں لکھتے ہیں اور
نثر میں بڑھتے ہیں - پھر اسی مضمون کو فقط لفظوں کے پس و پیش
کے ساتھ لکھ کر دیکھتے ہیں تو کچھ اور ہی عالم ہو جاتا ہے بلکہ
اس میں چند کیفیتیں پیدا ہو جاتی ہیں "۲

نظم کی تاثیر کا اقرار کرتے ہوئے نظم کے اوصاف بیان کرتے ہیں —

"(۱) وہ وصف خاص ہے جسے موزونیت کہتے ہیں - (۲) کلام میں زور
زیادہ ہو جاتا ہے اور مضمون میں ایسی تیزی آ جاتی ہے کہ اثر کا
نثر دل پر کھٹکتا ہے (۳) سیدھی سادی بات میں ایسا لطاف
پیدا ہو جاتا ہے کہ سب بڑھتے ہیں اور مزے لیتے ہیں "۳

زبان اردو کے بارے میں آزاد نے یہ نثر یہ پیش کیا ہے کہ نظم نثر سے پہلے وجود میں
آتی ہے اور نظم پہلے کیسے ظہور میں آتی ہے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں -

"زبان اردو کے ظہور پر خیال کریں تو اس میں نثر سے پہلے نظم
نثر آئے گی اور یہ عجیب بات ہے کہ ایک بچہ پہلے شعر کہے پھر
باتیں کرنی سیکھے ہاں نظم جوش طبع تھا اس لئے پہلے نکل پڑا -

نثر شائستگی کے بوجھ سے گران بار تھی اپنی ضرورت کے وقت ظہور کیا "۴

۲- ایضاً " ص ۶۸-۶۹

۴- ایضاً " ص ۷۱

۱- آب حیات - ص ۱۲۹-۱۳۰

۳- ایضاً " ص ۶۹

شاعری کا آغاز ولی کیر د ور سیر ما نتیر ہوئے آب حیات کیر پہلے د ور کی تمہید مین
لکھتے ہین —

” ندام ارد و کیر عالم کا پہلا نوروز ہے — نفس ناطقہ کی روح یعنی
شاعری عالم وجود مین آئی تھی مگر بچوں کی نیند بڑی سوتی تھی —
ولی نیر آکر ایسی میٹھی میٹھی آواز سیر غزل خوانی شروع کی ہے کہ اس
بچے نیر ایک انگڑائی لیر کر کروٹلی اور اثر اس کا د فعتا ” حرارت
برقی کی طرح دل مین د وڑ گیا — گھر گھر شاعری کا چرچا ہے جس
امیر اور جہ شریف کو دیکھو شعر کی سوچ مین غرق بیٹھا ہے —“

شاعر کی فطرت کیر متعلق آزاد یہ رائے پیش کرتے ہین —

” شاعر وہی ہے جس کی طبیعت مین یہ صفت خدا داد ہو ، قدرتی
شاعر اگرچہ ارادہ کر کے شعر کہنے کو خاص وقت مین بیٹھتا ہے مگر
حقیقت مین اس کا دل اور خیالات ہر وقت اپنے کام مین لگے رہتے
ہین — قدرت کیر کا رخا نیر مین جو چیز اس کیر حواس مین محسوس ہوتی
ہر اور اس سیر کچھ اثر اس کی طبیعت اٹھاتی ہے وہ ہر شخص کو
نصیب نہیں — خواہ لاف و شگفتگی ہو ، خواہ آزدگی یا بیزاری —
یہ ضرور ہے کہ جو کیفیت وہ آب اٹھاتا ہے اس کیر لیر ڈھونڈتا
رہتا ہے کہ کسیر لافا ہون اور کہ طرح انہین ترتیب د ون تاکہ
جو کیفیت اس کیر دیکھنے سیر میرے دل پر طاری ہے وہی کیفیت سننے
والوں کیر دل پر حجاجائے اور وہ بات کہوں کہ دل پر اثر کرجائے —“

آزاد خود بھی شاعر تھے اور شاعر کی فطرت سیر بخوبی واقف تھے فطری شاعر کی خصوصیات

بیان کرنے میں آزاد نے اپنی ذاتی تجربات اور مشاہدات سے کام لیا ہوگا — شاعر
 کے عام عادت و کردار اور فطرت کا نقشہ آزاد ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں —
 ” شاعر کبھی ایک حجرہ میں تنہا بیٹھا ہے کبھی سب سے الگ اکیلا
 بھرتا ہے کبھی کسی درخت کے سائے میں تنہا نظر آتا ہے اور اسی
 میں خوش ہوتا ہے وہ کیسی ہی خستہ حالی میں ہو مگر مزاج کا بادشاہ
 اور دل کا حاتم ہوتا ہے بادشاہ کے پاس فوج و سپاہ ، دفتر و
 دربار اور ملک داری کے سب کا رخا ہے اور سامان موجود ہیں اس
 کے پاس کچھ نہیں بلکہ الفاظ اور معنی سے وہی سامان بلکہ اس
 سے ہزاروں درجہ زیادہ تیار کر کے دکھا دیتا ہے — بادشاہ
 سالہا سال میں کن کن خزانہ معرکوں سے ملک فتح یا خزانہ جمع
 کرتا ہے یہ جسیر چاہتا ہے گھر بیٹھے دیدیتا ہے اور خود ہرواہ
 نہیں کرتا — بادشاہ کو ایک ولا یت فتح کر کے وہ خوشی نہیں
 حاصل ہوتی جو اسے ایک لفظ کے ملنے سے ہوتی ہے کہ اپنی جگہ پر
 موزون سجا ہوا ہو اور حق یہ ہے کہ اسے ملک کی ہرواہ بھی نہیں ”^۱۔

شعر گوئی کے تخلیقی عمل کے بارے میں لکھتے ہیں —

” تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خوشی یا غم و غصہ یا کسی قسم کے
 ذوق و شوق کا خیال دل میں جوڑ مارتا ہے اور وہ قوت بیان سے
 شکر کھاتا ہے تو زبان سے خود بخود موزون کلام نکلتا ہے جسیر
 بے تھر اور لومے کے ٹکرانے سے آک نکلتی ہے ”^۲۔

تخلیقی عمل پر غور و خوض اس سے پہلے اس طرح نہیں کیا گیا —

۱۔ آب حیات — ص ۶۹ — ۷۰

۲۔ ایضاً ” ص ۶۹

شاعری کا سماج اور سوسائٹی کو گہرا تعلق ہوتا ہے۔ آزاد کے خیال میں شاعری اپنے ارد گرد کے ماحول کا اثر قبول کرتی ہے اور کسی بھی زمانے کی شاعری کو سمجھنے کے لیے اس کو تنقیدی زاویہ نگاہ سے دیکھنے کے لیے اس زمانے کے ماحول کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ ادب و شعر پر فطری حالات کا اور عہد بعہد تبدیلیوں کا عملی اثر کرتے ہوئے آزاد لکھتے ہیں —

”خدا جانے ان باتوں کو سن کر ہمارے شائستہ زمانہ کے لوگ کیا کہیں گے۔ کچھ تو پرواہ بھی نہ کریں گے اور کچھ واہیات کہن کر کتاب بند کر دیں گے مگر تم ان باتوں کو ہزل نہ سمجھو، ایک پل کی پل آنکھیں بند کر لو اور تصور کی آنکھیں کھول دو۔ دیکھو وہی محمد شاہی عہد کے کہن سال دہری لباس پہنے بیٹھے ہیں اور باوجود اس متانت و معقولیت کے مسکرا مسکرا کر آپس میں اشعار پڑھتے ہیں ۰۰۰۰ آج جو تمہارے سامنے ان کے کلام کا حال ہے کل اوروں کے سامنے وہی تمہارے کلام کا حال ہونا ہے۔ ایک وقت میں جو بات مطبوع خلافت ہو یہ ضرور نہیں کہ دوسرے وقت میں بھی ہو“^۱

معاشرے کے ماحول کا اثر ادب پر بڑا لازمی ہے اس طرح ادب کا معاشرے جو رشتہ ہے اس کا ذکر ولی کے بیان میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

”قاعدہ ہے کہ جب دولت کی بہتات اور عیش و نشاط میں کچھ نیکی پر خیالات آتے ہیں تو صوفیا نہ لباس میں ہا ہوا کرتے ہیں اس وقت محمد شاہی دور نے در و دیوار کو دولت سے مست کر رکھا تھا جس سے کہ تصوف کے خیالات عام ہو رہے تھے۔ دوسرے ولی خود فقر کے خاندان عالی سے تھے اور فقیری کے دیکھنے والے بھی تھے تیسرے زبان اردو کے والدین بھاشا اور فارسی بھی صوفی ہیں ان جذبوں نے انہیں تصوف شاعرانہ میں ڈالا“^۲

قدیم و جدید کی آویزش پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے —

”ذرا بھر کر دیکھو تو ان بزرگانِ متقدمین کا مجمع نظر آئے گا کہ محمد شاہی دربار کی کھڑکی دار پگڑیاں باندھے ہیں — پچاس پچاس گز گھیر کر جامے پہنئے بیٹھے ہیں — وہاں اپنے کلام لے کر آؤ — جر زبان کو تم نئی تراش اور ایجاد اور اختراع کا خلعت پہنا تیرے ہو کیا وہ اسے تسلیم کریں گے؟ نہیں ہرگز نہیں — ہماری وضع کو سفلہ اور گفتگو کو چھچھورا سمجھ کر منہ پھیر لین گے پھر ذرا سامنے دور بین لگاؤ — دیکھو ان تعلیم یافتہ لوگوں کا لین ڈوری آجکا ہے جو آئے گا اور ہم پر ہنسا چلا جائے گا“^۱ —

شعر و ادب کا زمانے سے ناگزیر تعلق بر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

”..... شہرستانِ تجارب کے سیر کرنے والے جانتے ہیں کہ جب رواج عام کا راجہ ہولی کھیلتا ہے تو بڑے بڑے معقول و ضد ار اشخاص اس کی چھینٹیں فخر سمجھ کر سر و دستار پر لیتے ہیں پس وہ ان کے معاصر ملک چھوڑ کر کہاں نکل جاتے ہیں“^۲

شاعری میں فاری جذبات کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے آزاد لکھتے ہیں —

”..... اہل زبان کو نیا نمونہ تراش کر دیا جس سے پرانا رستہ ایہام گوئی کا زمین شعر سے کھٹ گیا ان کے کلام میں مضامین عاشقانہ عجب تڑپ دے کھاتے ہیں اور یہ مقام تعجب نہیں کیونکہ وہ قدرتی عاشق مزاج تھے اور ان کے کلام میں یہ مضامین خیالی ہیں ان کے اصل حالی“^۳

۱۔ آب حیات — ص ۱۶۳

۲۔ ایضاً — ص ۲۸۵

۳۔ ایضاً — ص ۱۴۱-۱۴۲

متذکرہ بیان تو میر عبدالحی تابان کے ذکر میں ملتا ہے۔ میر کے بیان میں
آزاد مزید لکھتے ہیں —

” ہمارے عاشق مزاج شعرا کی رنگینیاں اور خیالات کی بلند پروازیاں
ان کے مبالغوں کے جوش و خروش سب کو معلوم ہیں مگر اسے قسمت کا
لکھا سمجھو کہ ان میں سے بھی میر صاحب کو شگفتگی یا بہار عیش و
نشاط یا کامیابی وصال کا لطف کبھی نصیب نہ ہوا — وہی مصیبت
اور قسمت کا غم جو ساتھ لائے تھے اس کا دکھڑا سنا تیرے چہرے گہرے جو
آج تک دلوں میں اثر اور سینوں میں درد پیدا کرتے ہیں کیونکہ
ایسے مضامین اور شعرا کے لئے خیالی تھے ان کے لئے
حالی تھے — عاشقانہ خیال بھی ناکامی، زار نالی، حسرت و مایوسی
ہجر کے لباس میں خراج ہوئے ان کا کلام صاف کہہ دیتا ہے کہ جس
دل سے نکل کر آیا ہوں وہ غم و درد کا بتلا نہیں حسرت و اندوہ
کا جنازہ تھا — ہمیشہ وہی خیال بسر رہتے تھے جس جو دل پر گزرتے
تھے وہی زبان سے کہہ دیتے تھے کہ سننے والوں کے لئے نشتر کا کام
کرجا تے تھے — ان کی غزلین ہر بحر میں کہیں شربت اور کہیں
نیر و شکر عین مگر جھوٹی جھوٹی بحروں میں فقط آب حیات بہا تے ہیں
جو لفظ منہ سے نکلتا ہے تاثیر میں ڈوبا ہوا نکلتا ہے —“

میر کے کلام پر یہ رائے آزاد کی عملی تنقید کا اچھا نمونہ پیش کرتی ہے۔ میر کی
فارت میں جو یاس پسندی اور قنوتیت تھی اس کا اثر ان کے کلام پر بہت بڑا ہے۔
شاعری اور اس کا انسانی فارت سے تعلق یہاں صاف نمایاں ہے۔

آب حیات کے پہلے دور کی تمہید میں آزاد شاعری کی فطری خصوصیات بیان کرتے ہیں۔ اس تمہید میں آزاد، ولی اور ان کے ہم عصرون کی سادگی، کلام، بے تکلفی، فطری انداز اور حقیقت پسندی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

” ولی نے اپنے کلام میں ایہام اور زو معنین سے اتنا کام نہیں لیا خدا جائزے بھر ان کے قریب العہد بزرگون کو بھر اس قدر شوق اس کا کیونکر ہو گیا — شاید دوسروں کا انداز جو ہندوستان کی زبان کا سبزہ، خود رو تھا اس نے اپنا رنگ دیا ان بزرگون کے کلام میں تکلف نہیں جو کچھ سامنے آنکھوں کے دیکھتے ہیں اور اس سے خیالات دل میں گزرتے ہیں وہی زبان سے کہہ دیتے ہیں — ایچ بیچ کے خیال، دور دور کی تشبیہیں، نازک اشتعارے نہیں بولتے اسی واسطے اشعار بھی صاف اور بے تکلف ہیں — اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہر ایک زبان اور اس کی شاعری جب تک عالم طفولیت میں ہوتی ہے تب تک بے تکلف عام فہم اور اکثر حسب حال ہوتی ہے اسی واسطے لطف انگیز ہوتی ہے — اس میں شک نہیں کہ ان کے مطورات قدیمی اور مضمون بھی اکثر سبک اور مبتذل ہونگے۔ مگر کلام کی سادگی اور بے تکلفی ایسی دل کو بھلی لگتی ہے جیسے ایک حسن خدا داد ہو کہ اس کی قدرتی خوبی ہزاروں بناؤں سے بڑھ کر کام کر رہی ہے۔ میں خود نہیں کہتا فلا سفہ سلف کا قول سنتا ہوں کہ ہر شے اپنی مختلف کیفیتوں میں خوبصورتی اور بد صورتی کا ایک عالم رکھتی ہے ہر انسان وہی ہے کہ جس پیرائے میں خوبصورتی جوہن دکھائی دے اس سے کیفیتا ٹھائے نہ کہ فقط حسینوں کے زلف رخسار میں بریشان رہے — خوش نظر اسے نہیں کہتے کہ فقط

گل و گلزار ہی بر دیوانہ بھرے نہیں ، ایک گھاس کی بتی بلکہ
سڈول کا نٹا خوشنما ہو تو اس کی نوک جھونک پر بھی بھول ہی ہی
کی طرح لوہ جائیے" ۱

دوسرے دور کے خاتمرے میں آزاد زبان کی سادگی ، تاثیر ، فطری انداز ، واقعیت
نگاری کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

" نہ استعاروں کے بیچ ، نہ تشبیہوں کی رنگارنگی ، اپنے خیالات
کو کیسی صاف صاف زبان اور سیدھے سیدھے محاورے میں کہہ گئے ہیں
کہ آج تک جو سنتا ہے سر دھنتا ہے — ان کا کلام قال نہ تھا حال
تھا — جو خیال شعر میں باندھتے تھے اس کا عالم ان کے دل و جان
پر چھا جاتا تھا — یہی سبب ہے کہ جس شعر کو دیکھو تاثیر میں
ڈوبا ہوا ہے اس کو آج اہل فرنگ ڈھونڈتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ ہر نیر کی اصلی حالت دیکھانی چاہیے" ۲

آزاد نیر کلام کی تاثیر تشبیہ اور استعارے پر اپنے خیالات کا اظہار وضاحت کے ساتھ
" نام اور کلام موزون کے باب میں خیالات " میں کیا ہے —

" غرض جو خیال ہمارے دل میں ہو اس کے بیان سے وہی اثر وہی جذبہ
وہی جوش سننے والوں کے دلوں پر چھا جائیے جو اصل کے مشاہدے سے
موتا — بیشک مبالغے کا زور ، تشبیہ اور استعارے کا نمک ،
زبان میں لطف اور ایک طرح کی تاثیر زیادہ کرتا ہے لیکن نمک
اتنا ہی چاہیے کہ جتنا نمک — نہ کہ تمام کھانا نمک ہمیں
چاہیے کہ اپنی ضرورت کے بموجب استعارہ اور تشبیہ اور
اضافے کے اختصار فارسی سیرلین — سادگی اور اظہار اصلیت کو
بمقام سیرسیکھیں لیکن بھر بھی قناعت جائز نہیں کیونکہ اب رنگ
زمانے کا کچھ اور ہے ذرا آنکھیں کھولیں گے تو دیکھیں گے

کہ فصاحت و بلاغت کا عجائب خانہ کھلا ہے جس میں یورپ کی زبا نین
اپنی اپنی تمانیف کے گلدستے، ہار، طہرے ہا تعون میں لٹے حاضر ہیں
اور ہماری نظام خالی ہا تہ الک کھڑی منہ دیکھ رہی ہے لیکن اب وہ
بھی منتظر ہے کہ کوئی صاحب ہمت ہو جو میرا ہا تہ یکڑ کر آگے بڑھے۔^۱
سودا کے کلام پر رائے دیتے ہوئے آزاد نے پھر انہیں خیالات کو دہرایا ہے —
"خیالات نازک اور مضامین تازہ باندھتے ہیں مگر اس بارک نقاشی
پر ان کی فصاحت آئینے کا کام دیتی ہے — تشبیہ اور استعارے ان کے
ہاں ہیں مگر اسی قدر کہ جتنا کھانے میں نمک یا گلاب کے بھول پر
رنک — رنگینی کے پردے میں مطلب اصلی کو گم نہیں ہونے دیتے۔"^۲
میر سوز کی شاعرانہ مہارت اور فطری انداز بیان کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں
"میر سوز مرحوم کی زبان عجب میٹھی زبان ہے اور حقیقت میں غزل
کی جان ہے — چنانچہ غزلین خود ہی کہے دیتی ہیں ان کی انشا پردازی
کا حسن، تکلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک ہے۔۔۔۔ جن اہل
نار کو خدا نے ناباز آنکھیں دی ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک حسن
خدا داد کے سامنے ہزاروں بناوٹ کے بناوٹ سنگار قربان ہوا کرتے ہیں
البتہ غزل میں دو تین شعر کے بعد ایک آدھ ہرانا لفظ ضرور کھٹک
جاتا ہے۔"^۳

غزل کا اصلی انداز بتاتے ہوئے سوز اور میر و سودا کے کلام کا فرق واضح کیا ہے
سوز کے غزل کے انداز کا وضاحت سے بیان کرتے ہوئے سوز کو اردو غزل کا شیخ سعدی
قرار دیا ہے سوز کے کلام پر تبصرہ کرنے کے بعد آزاد نے میر کے کلام پر تفصیل

۱ — نام آزاد — محمد حسین آزاد — ص ۱۵

۲ — آب حیات — ص ۱۴۱

۳ — ایضاً " ص ۱۹۵

سیر اظہار خیال کیا ہے۔ میر کی زبان کی صفائی و سادگی کی تعریف کرتے ہوئے آزاد لکھتے ہیں۔۔۔

” انھوں نے زبان اور خیالات میں جس قدر فصاحت اور صفائی پیدا کی ہے اتنا ہی بلاغت کو کم کیا ہے یہی سبب ہے کہ غزل اصول غزلیت کے لحاظ میں سودا سے بہتر ہے ان کا صاف اور سلجھا ہوا کلام اپنی سادگی میں ایک انداز دکھاتا ہے اور فکر کو بجائے کاہش کے لذت بخشتا ہے اس واسطے خواص میں معزز اور عوام میں ہر دلعزیز ہے حقیقت میں یہ انداز میر سوز سے لیا ہے مگر ان کے ہاں فقط باتیں ہی باتیں تھیں۔ انھوں نے اس میں مضمون داخل کیا اور گھریلو زبان کو متانت کا رنگ دے کر محفل کے قابل بنایا۔“^۱

ولی کے کلام پر انہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ولی نے فارسی شاعری سے جو استفادہ کیا اس کا ذکر کرتے ہیں اور ولی کو اردو شاعری کا چوسر تسلیم کرتے ہیں۔ عربی اور فارسی کے مبرا سے ولی کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کی عادت کو اپنا کر کرتے ہیں۔

” وای اللہ کی برکت نے اسے وہ زور بخشا کہ آج ہند کی شاعری نظام فارسی سے ایک قدم پیچھے نہیں۔ تمام بحرین فارسی کی اردو میں لائے۔ شعر کو غزل اور غزل کو قافیہ ردیف سے سجایا۔ ردیف دار دیوان بنایا۔ ساتھ اس کے رباعی۔ قلمعہ۔ مخمس اور مثنوی کے رستہ بھی نکالا۔ انھیں ہندوستان کی نام میں وہی رتبہ ہے جو انگریزی کی نام میں چار شاعر کو اور فارسی میں رود کی کو اور عربی میں مہلہل کو“^۲

۱۔ آب حیات۔ ص ۲۰۸

۲۔ ایٹا“ ص ۸۸

ولی کہ بارہ مین مند رجہ بالا خیالات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آزاد قدما کے کلام پر تنقید و تبصرے مین بھی افادی پہلو کو اہمیت دیتے ہیں ساتھ ہی وہ اس بات پر اظہار افسوس کرتے ہیں کہ اچھی شاعری کے بہت سے نمونے ایسے ہیں جن سے ملک و قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا — مثلاً

” اگرچہ اس اعتبار سے یہ نہایت خوشی کا موقع ہے کہ عمدہ جوہر انسانیت پسندیدہ لباس پہن کر ہماری زبان مین آیا مگر اس کوتاہی کا افسوس ہے کہ کوئی ملکی فائدہ اس سے نہ ہوا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کوئی علمی یا آئینی رستے سے نہیں آیا بلکہ فقیرانہ شوق یا تفریح کی ہوا سے اڑ کر آگیا تھا — کاش شاہنامہ کے ڈھنک سے آتا کہ محمد شاہی عیاشی اور عیش پرستی کا خون بہاتا اور اہل ملک کو بھر تیموری اور باہری میدان مین لا ڈالتا یا تہذیب اور شایستگی سے بھرا کبریٰ عہد کو زندہ کر دیتا —“

جدید ادب کی تصور کی روشنی مین آزاد نے موضوع کی اہمیت و افادیت، فطری انداز اور اسلوب کی سادگی پر زور دیا — لفاظی، مبالغہ آرائی، تشبیہات و استعارات کی کثرت، تشبیہات و استعارات کی ندرت کو شاعری کا کمال تصور کیا جاتا تھا اس سے شعری اسلوب مین بے حد گئی، تصنع اور تکلف پیدا ہو جاتا تھا — آزاد کے زمانے مین اس طرح کہ اسلوب کی مخالفت شروع ہو گئی تھی اس کو اردو شاعری کا عیب خیال کیا جانے لگا تھا — اسلوب اور ہئیت پر زور دینے کی وجہ سے موضوع پر توجہ کم ہو جاتی تھی اور حقیقی عناصر کی کمی ہو جاتی تھی — شاعر ردیف اور قافیہ کی حدود مین قید ہو کر مقصد سے ہٹ جاتا تھا — اس لئے آزاد اور ان کے معاصرین مین زبان کی سادگی پر زور دیا اور اس کا احساس انھیں زمانے کی تبدیلیوں نے دلا یا اور یہ بڑی حد تک مغربی ادب سے اثرات قبول کرنے کا نتیجہ بھی تھا — شعر کو پہلے فنی و جمالیاتی، ترسیلی حوالوں سے دیکھا جاتا تھا لیکن مغرب کے اثر سے یہ تصور ہمارے ادب مین بھی مقبول عام ہوا کہ ادب ایک بامقصد چیز ہے اور اس کے

ذریعے سماج کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ یہ صرف تفریح و تفرن کا ذریعہ نہیں ہے۔
 اس کی قدر و قیمت کے تعین میں صرف فنی کمالات کو ہی دیکھنا ضروری نہیں ہے موضوع
 کی افادیت اور اس کے اخلاقی پہلو پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔ حالی نے کہا ہے کہ
 شاعری سوسائٹی کی تابع ہوتی ہے جدید علوم و فنون کی ترقی سے پہلے فن اور شخصی
 سیاسی نظام میں ادب و شعر کا تصور بنیادی اور ہر اسلوب، انداز بیان، طرز ادب،
 ہئیت، عروض، علم قوافی، ابلاغ و ترسیل کے وسائل تک محدود تھا۔ مغرب کی
 طرح نئے علوم کے پھیلنے سے اور سیاسی نظام میں تبدیلی نے ایک نئے تصور ادب کو
 فروغ دیا۔ متوسط طبقہ ادب کی سرپرستی کرنے لگا۔ تو اس کی ضرورت محسوس کی گئی
 کہ ادب کو مفید بنایا جائے۔ شاعر سماج سے بہت کچھ لیتا بھی ہے اور دیتا بھی ہے
 حالی نے "مقدمہ شعر و شاعری" میں اپنے نظریات کو ایک مرتب اور مکمل شکل میں
 پیش کیا لیکن آزاد کے نظریات کئی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں ہمارے موضوع کا
 دائرہ ان کے تنقیدی نظریات کو پیش کرنا ہے اس لئے ہم نے آب حیات کے علاوہ ان
 کی دوسری کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے اور ان خیالات کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے
 جن سے ان کے تنقیدی نظام کا اندازہ ہو سکے۔

ادب و شعر سے متعلق نظریاتی مباحث کو ہم نے مختلف عنوانات کے تحت پیش
 کیا ہے اب ہم ان کی ایسی آرا کو پیش کرتے ہیں جو عملی تنقید کے ذیل میں آتی ہیں۔
 ان آرا کے سلسلے میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ آزاد نظریاتی اعتبار سے
 سرسید اور حالی کے تصور ادب سے بہت قریب بلکہ ہم خیال ہیں البتہ عملی تنقید
 میں وہ نئے تصورات کے ساتھ ساتھ مشرق کے برائے معیاروں کی روشنی میں قدیم شعری
 سرمائے کا جائزہ لیتے ہیں۔ مثلاً سودا کے بارے میں لکھتے ہیں —

"کل اہل سخن کا اتفاق ہے کہ مرزا اسرفن میں استاد مسلم الثبوت

تھے وہ ایسی اہمیت لے کر آئے تھے جو شعر اور فن انشا ہی کے

واسطے پیدا ہوئی تھی میر صاحب نے بھی انھیں پورا صاحب مانا ہے
ان کا کلام کہتا ہے کہ دل کا کنول ہر وقت کھلا رہتا ہے اس پر سب
رنگوں میں ہمرنگ اور ہر رنگ میں اپنی ترنگ، جب دیکھو
"ابیت شورش سے بھری اور جوش و خروش سے لبریز"۔^۱

سودا کے کلام کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت موضوعات کا تنوع بھی ہے —
"ان کی طبیعت ایک ڈھنک کی پابند نہ تھی نئے نئے خیال اور چٹختے
قافیے جس پہلو سے جمتے دیکھتے تھے جمادیتے تھے اور وہی ان کا
پہلو ہوتا تھا کہ خواہ مخواہ سننے والوں کو بھلے معلوم ہوتے تھے
یا زبان کی خوبی تھی کہ جو بات اس سے نکلتی تھی اس کا انداز نیا
اور اچھا معلوم ہوتا تھا"۔^۲

دور سوم میں میر صاحب کے بعد خواجہ میر درد کا ذکر کرتے ہیں اور ان
کو زبان اردو کے چار رکنوں میں سے ایک رکن مانتے ہیں خواجہ میر درد کی غزل کے
انداز پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

"خصوصاً" چھوٹی چھوٹی بحروں میں جو اکثر غزلین کہتے تھے گویا تلواروں
کی آبداری نشتر میں بھر دیتے تھے خیالات ان کے سنجیدہ اور متین
تھے کسی کی ہجو سے زبان آلودہ نہیں ہوئی تصوف جیسا انھوں نے
کہا اردو میں آج تک کسی سے نہیں ہوا"۔^۳

میر کے کلام کی صفائی، زبان کی سادگی اور فطری انداز کی تعریف کرتے ہیں — ان
کے کلام کی تاثیر کا سبب بیان کرتے ہیں — میر کے کلام کی خصوصیات آج گر کرتے ہوئے

۱۔ آب حیات — م ۱۵۸

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً — م ۱۸۵

آزاد نیز یہ رائے پیش کی ہے —

” میر صاحب کی زبان شستہ ، کلام صاف ، بیان ایسا پاکیزہ جیسے
باتیں کرتے ہیں — دل کے خیالات کو جو کہ سب کی طبیتوں کے مطابق
ہیں ، محاورے کا رنگ دے کر باتوں باتوں میں ادا کر دیتے ہیں —
اور زبان میں خدا نے ایسی تاثیر دی ہے کہ وہی باتیں ایک مضمون
بن جاتی ہیں اسی واسطے ان میں بہ نسبت اور شعرا کے اصلیت کچھ
زیادہ قائم رہتی ہے بلکہ اکثر جگہ یہی معلوم ہوتا ہے گویا نیچر
کی تصویر کھینچ رہے ہیں یہی سبب ہے کہ دلوں پر اثر بھی زیادہ
کرتی ہے وہ گویا ارد و کے سعدی ہیں“^۱

میر کے ذکر سے پہلے وہ سوز کو ارد و کا سعدی قرار دے چکے تھے لیکن میر کے
یہاں یا سربسندی ، حسرت و مایوسی کے خیالات کو دیکھتے ہوئے ارد و کا سعدی قرار
دینا صحیح نہیں — سوز کے کلام کے اعتبار سے انھیں تو سعدی قرار دیا جاسکتا ہے
میر کے کلام پر آزاد کی رائے کو اسلم فرخی نے تاثراتی تنقید کا اچھا نمونہ بتاتے
ہوئے آب حیات کی خاص خوبی ان الفاظ میں بیان کی ہے جو آب حیات کو دوسرے تذکروں
سے ممتاز کرتی ہے —

” میر کی استادئ اور بزرگی کو سب نے تسلیم کیا ہے — لیکن ان کی
افتاد تابع کے اس بنیاد پر پہلو اور ان کی شاعری پر اس کے اثرات کو
آزاد سے پہلے کسی نے اس طرح واضح نہیں کیا — یہی وہ حقیقت ہے
جو آب حیات کو تذکروں کی محدود دنیا سے نکال کر ادبی تاریخ کی
صف میں لا بیٹھاتی ہے“^۲

۱ — آب حیات — ص ۲۱۲

۲ — محمد حسین آزاد — حیات اور تعارف — جلد دوم — اسلم فرخی — ص ۱۶۲ — ۱۶۳

آزاد جرأت کے کلام پر رائیہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں —

"..... خصوصیت امر میں یہ ہے کہ فصاحت اور محاورہ کی جان ہے

فقط حسن و عشق کے معاملات ہیں اور عاشق و معشوق کے خیالات گویا اس

میں شراب ناب کا سرور پیدا کرتے ہیں — ان کی طبیعت غزل کے

لئے عین مناسب واقع ہوئی تھی — حریف داریف، خوش طبع، عاشق مزاج

تھے البتہ استعداد علمی اور کاوش فکری شاعری کا جزو اعظم ہے" ^۱

انشا کی غزلوں کے دیوان پر رائیہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں —

"عجب طلسمات کا عالم ہے زبان پر قدرت کاملہ، بیان کا لطف،

محاوروں کی نمکینی، ترکیبوں کی خوشنما تراشیں دیکھنے کے قابل ہیں ^۲

نئے نئے تصرف اور ایجادوں کے لحاظ سے وہ انشا کو اردو کا امیر خسرو قرار دیتے

ہوئے لکھتے ہیں —

"..... ہماری زبان میں نئی نئی تشبیہیں، شگفتہ استعاروں کے

رستے کھولے — اس سے بڑھ کر یہ کہ ان میں فارسی اضافت کی گرہ کو

نہایت خوبصورتی کے ساتھ کھولا ہے" ^۳

آزاد کے خیالات کے تکرار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آزاد شاعری میں نئے رجحانات

کے قائل تھے اسی لئے وہ نئے نئے تصرفات اور ایجادوں، نئی نئی تشبیہوں

اور استعاروں کو سراہتے ہیں —

مصحفی کے کلام پر ناقدانہ رائے پیش کرتے ہوئے آزاد مصحفی کے معترف تو

معلوم ہوتے ہیں لیکن انشا کے کلام اور قادیان کلامی کو جس موثر پیرائے میں بیان

کیا ہے اس سے انشا کی شاعری کے مداح نار آتے ہیں — مصحفی کے کلام پر یہ رائے

۱۔ آب حیات — ص ۲۴۰

۲۔ ایضاً — ص ۲۷۱

۳۔ ایضاً — ص ۲۸۱

رائے دیتے ہیں —

" بات یہ ہے کہ طبیعت روان تھی ہرگوئی کے سبب سے وہ لطاف
کلام میں پیدا نہ ہوا۔ غزلوں میں سب رنگہ کے شعر ہوتے تھے۔
کسی طرز خاص کی خصوصیت نہیں بعض تو صفائی اور برجستگی
میں لاجواب ہیں۔ بعض میں یہی معمولی باتیں ہیں جنہیں
ڈھیلی ڈھالی بندشوں میں باندھ باندھ کر پھر پھر برابر کہتے چلے
گئے ہیں۔ " ۱

انشا اور مصحفی کے موازنے میں یہ بات واضح ہے کہ آزاد انشا کے مداح ہیں فطری
انداز میں بیان اور زبان کی قدرتی لذت جو انشا کی شاعری کی خصوصیت ہے اور
مصحفی کے یہاں اس کا فقدان بتاتے ہوئے لکھتے ہیں —

"عید انشا سیدھی سادی باتیں بھی کہتے ہیں تو اس انداز سے
ادا کرتے ہیں کہ کم تا اور سننا گھڑیوں رقص کرتا ہے اور چٹخارے
بھرتا ہے۔ ان کا یہ حال ہے کہ امول سے ناپ کر اور قواعد سے
تول کر بات کہتے ہیں پھر بھی دیکھو نو کہ میں پھیکے ہیں اور
کہیں میٹھے ہیں۔ سچ کہا ہے کہنے والے نے کہ بلاغت کے لئے
کوئی قاعدہ نہیں جس کی زبان میں خدا مزہ دیدے ہزار امول و
قواعد کی کتابیں اس پر قربان ہیں۔ " ۲

پانچویں دور میں آزاد نے لکھنؤ دبستان قائم ہو جانے کا ذکر۔ لکھنؤ اور دلی کے
دبستان کے اختلافات کا بھی ذکر کیا ہے۔ ناسخ کے کلام میں شوکت الفاظ اور بلند
پروازی کے باوجود تاثیر کی کمی نظر آتی جبکہ آتش کے طرز کلام پر رائے دیتے ہوئے
آزاد آتش کے عام بول چال کے انداز اپنانے کی تعریف میں لکھتے ہیں —

۱۔ آب حیات۔ محمد حمین آزاد ص ۳۱۴

۲۔ آب حیات۔ محمد حمین آزاد ص ۳۱۲

ذوق کے کلام پر رائے دینے وقت آزاد نے تفصیل سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔
 ذوق کے کلام کی تشریف میں آزاد مبالغہ کی حد تک پہنچ گئے ہیں جس کی وجہ سے
 آزاد اعتراضات کا نشانہ بنے۔ ذوق کی قادر الکلامی کا اعتراف کرتے ہوئے آزاد ان کے
 اشعار پر اظہار خیال کرتے ہیں —

"..... کبھی بالکل مادے لباس میں جلوہ دکھانے ہیں مگر ایسا
 کچھ کم ہے جانے نہیں کہ دل میں نشتر ما کھٹک جاتا ہے اور منہ
 سے کبھی واہ نکلتی ہے اور کبھی آہ نکلتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ
 ہونٹوں میں شمشیر اور برجستہ لفظوں کے خزانے بھرے ہیں۔" ۱

ذوق کے کلام میں آہ نکلتے کی بات معجزہ میں نہیں آتی ذوق کے کلام کے اثر سے واہ
 تو نکل سکتی ہے مگر آہ نہیں۔ ذوق کی غزلوں پر رائے دینے ہوئے لکھتے ہیں —
 "عام حوشران کے کلام کا تازگی مضمون، صفائی کلام، جسنی ترکیب،
 خوبی محاورہ اور عام فہمی ہے۔" ۲

آزاد نے ذوق کے کلام پر جو رائے دی ہے اس کی صداقت سے انکار ممکن نہیں اس کے
 ماننے والے آزاد نے ذوق کی شاعری کے ارتقاء کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ مبالغے کے
 باوجود آزاد نے ذوق کی غزلوں پر صحیح رائے دی ہے۔

غالب کے شاعرانہ کمال پر اظہار خیال کرتے ہوئے آزاد نے غالب کے کلام کی
 دقت پسندی کی طرف اشارہ کر دیا ہے —

"جبر قدر عالم میں مرا کا نام بلند ہے اس سے ہزاروں درجہ
 عالم معنی میں کلام بلند ہے بلکہ اکثر شعرا سے اعلیٰ درجہ رفعت

۱۔ آہ حیات - محمد حسین آزاد ص ۲۴۲-۲۴۳

۲۔ آہ حیات - محمد حسین آزاد ص ۲۶۸

ہر واقع ہوئے ہیں کہ ہمارے نارما ذہن وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔" ۱

غالب کے کلام کی مشکل پسندی کا بیان کرنے کے بعد آگے لکھتے ہیں —
 "اس میں کلام نہیں کہ وہ اپنے کلام کی تاثیر سے مضامین و معانی کے بیشہ کے شیر تھے۔ دو باتیں ان کے انداز کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں۔ اول یہ کہ مثنوی آفرینی اور نازک خیالی ان کا شیوہ خاص تھا۔ دوسرے چونکہ فارس کی مشق زیادہ تھی اور اس سے انہیں طبیعت تعلق تھا اس لئے اکثر الفاظ اس طرح بولتے ہیں لیکن جوشمر صاف صاف نکل گئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ جواب نہیں رکھتے۔" ۲

آزاد نے غالب کے مکتوبات کے بارے میں یہ رائے پیش کی ہے۔ آزاد لکھتے ہیں —
 "ان خطوط کی عبارت ایسی ہے گویا آپ مامنے بیٹھے گل افشانی کر رہے ہیں مگر کیا کریں کہ ان کی باتیں بھی خاص فارس کی خوش نما تراشوں اور عمدہ ترکیبوں سے مرصع ہوتی تھیں.....
 ان خطوط کی عبارت بھی ایک خاص قسم کی ہے کہ ظرافت کے چٹکے اور لطافت کی شوخیان اس میں خوب ادا ہو سکتی ہیں یہ انداز کا ایجاد تھا کہ آپ مزہ لے لیا اور ازربن کو لطف دے گئے دوسرے کا کام نہیں۔" ۳

۱۔ آب حیات - محمد حسین آزاد ص ۲۵۱

۲۔ آب حیات - محمد حسین آزاد ص ۵۱۶-۵۱۷

۳۔ آب حیات - محمد حسین آزاد ص ۵۱۹

مختلف اصناف سخن کے باریے میں بھی آزاد نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ہجو کو ایک خاردار شاخ بتاتے ہوئے ہجوہ شاعری میں اور اس کے پیچھے جو انسانی فطرت کام کرتی ہے اس پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں —

"ہجو ہماری نظم کی ایک خاردار شاخ ہے۔ جس کے پھل سے بدول تک بے لطفی بھری ہے اور اپنی زمین اور دھقان دونوں کی کثافت طبع پر دلالت کرتی ہے چنانچہ اس میں بھی مرزا رفیع مرحوم سب سے زیادہ بدنام ہیں لیکن حق یہ ہے کہ ان کی زبان سے جو کچھ نکلتا تھا باعث اس کا یا فقط شوخی طبع یا کوئی عارضی جوش ناراضی کا ہوتا تھا اور مادہ کثافت فقط اتنا ہوتا تھا کہ جب الفاظ کاغذ پر آجاتے تھے تو دل صاف ہو جاتا تھا۔ چنانچہ تاریخ مذکور کے الفاظ دل کی صفائی کا حال ظاہر کرتے ہیں۔ ہمارا زمانہ ایسے مہذب اور شائستہ لوگوں سے آراستہ ہے کہ لفظ ہجو کو گالی سمجھتے ہیں۔" ۱

سودا کی ہجوؤں کے حال اور ان کی فطرت کے ذیل میں آزاد لکھتے ہیں —

"..... طبیعت کی شگفتگی اور زندہ دلی کسی طرح کے فکر و تردد کو پاس نہ آنے دیتی تھی۔ گرمی اور مزاج کی تیزی بجلی کا لحظہ رکھتی تھی اور اس شدت کے مانند کہ نہ کوئی انعام اسے بچھا سکتا تھا نہ کوئی خطر اسے دبا سکتا تھا نتیجہ اس کا یہ تھا کہ ذرا سی ناراضی میں بے اختیار ہو جاتے تھے کہ کچھ اور بس نہ چلتا تھا۔ چہرہ ایک ہجو کا طومار تیار کر دیتے تھے۔" ۲

۱۔ آب حیات - محمد حسین آزاد ص ۱۲۵
 ۲۔ آب حیات - محمد حسین آزاد ص ۱۵۲-۱۵۳

اردو شاعری پر فارسی شاعری کے اثرات کا ذکر سودا کے ذیل میں کرتے ہیں۔ یہاں آزاد نے عملی تنقید کا اچھا نمونہ پیش کیا ہے۔ تقابلی انداز میں سودا کے کلام پر رائے اور واضح ہو جاتی ہے۔

”اَوّل قصائد کا کہنا اور پھر اس دھوم دھام سے اعلیٰ درجہ فصاحت و بلاغت پر پہنچانا ان کا پہلا فخر ہے۔ وہ اس میدان میں فارسی کے نامی شہسواروں کے عنان در عنان ہی نہیں گئے بلکہ اکثر میدانوں میں آگے نکل گئے۔ ان کے کلام کا زور شور انوری اور خاقانی کو دہاتا ہے اور نزاکت مضمون میں عرفی و ظہوری کو شرماتا ہے۔“ ۱

سودا کی شاعری میں غیر فطری عناصر کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں —
 ”باعتبار جوہر کلام مرتابا مرصع ہے بہت سی غزلین دلچسپ اور دلہمند بحروں میں ہیں کہ اس وقت تک اردو میں نہیں آئی تھیں۔ زمین سنگلاخ ہیں اور ردیف قافیے بہت مشکل“ ۲

ذوق کی قصیدہ گوئی کے بارے میں متوازن رائے دی ہے جس میں کسی قسم کی جانب داری کو دخل نہیں۔ سودا کے بعد ذوق نے قصیدہ پر کامیاب دستکاری کی —

”ان کے بعد شیخ مرحوم نے سوا کسی نے اس پر قلم نہیں اٹھایا اور انہوں نے مرقع کرایسے اونچی محراب پر سجایا کہ جہاں کسی کا ساتھ نہیں پہنچا۔“ ۳

-
- ۱۔ آب حیات - محمد حمید آزاد ص ۱۵۲
 - ۲۔ آب حیات - محمد حمید آزاد ص ۱۵۳
 - ۳۔ آب حیات - محمد حمید آزاد ص ۲۷۰

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ سودا کے بعد ذوق کے ہی سے مثال قصیدہ ملتے ہیں آزاد کی تنقید میں یہاں سے جا پاسداری اور استاد پرستی ندر نہیں آتی بلکہ جو رائے دی ہے وہ درست ہے۔

آزاد نے آپ حیات میں بیشتر جگہ مختلف اصنافِ سخن کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ یہاں بھی آزاد مثنوی کی حیثیت پر رائے دیتے ہوئے اس کے لئے مکالماتی انداز کو بہتر بناتے ہیں۔

”مثنوی حقیقت میں ایک سرگذشت یا بیان یا ماجرا ہے۔ جسے تاریخ کا شعبہ سمجھنا چاہئے اس واسطے اس کے اصول میں لکھا ہے کہ چاہئے نہایت سلیس گفتگو میں ہو جس طرح ہم تم باتیں کرتے ہیں“ ۱

میر حسین کی مثنوی مدحِ البیان کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

”اس کی صفائی زبان اور لطفِ محاورہ اور شوخیِ مضمون اور طرزِ ادا اور ادا کی نزاکت۔ اور جواب و سوال کی نوکِ جھونک حدِ توصیف سے باہر ہے اس کی فصاحت کے کانون میں قدرت نے کیسی بناوٹ رکھی تھی کیا اسے سو برس آگے والوں کی باتیں سنائی دیتی تھیں کہ جو کچھ اس وقت کہا صاف وہی محاورہ اور وہی گفتگو ہے جو آج ہم تم بول رہے ہیں اس عہد کے شعراء کا کلام دیکھو سرِ صفحہ میں بہت سے الفاظ اور ترکیبیں ایسی ہیں کہ آج متروک اور مکروہ سمجھی جاتی ہیں۔ اس کا کلام (سوا چند الفاظ کے) جیسا جب تھا ویسا ہی آج دلپذیر و دلکش ہے۔“ ۲

۱ - آپ حیات - محمد حسین آزاد ص ۲۵۵

۲ - آپ حیات - محمد حسین آزاد ص ۲۵۲ - ۲۵۵

آزاد کے مطابق میر حسن نے مثنوی سحرالبیان میں صاف زبان فصیح محاورے -
واقفہ نگاری اور بول چال کے انداز کو اختیار کیا جبکہ دیاشکر نسیم نے "گلزار نسیم"
میں تشبیہ اور استعاروں کا کثرت سے استعمال کرنے کے ساتھ اشاروں کتابوں اور
اختصار سے کام لیا ہے گلزار نسیم پر تبصرہ کرتے ہوئے آزاد لکھتے ہیں —

" پنڈت صاحب نے ہر مضمون کو تشبیہ کے پردے اور استعارہ کے
پیچ میں ادا کیا اور وہ ادا معشوقانہ خوش ادائی نظرائی اس
کے پیچ وہی بانگ کی مروڑ ہیں جو پرزادین بانگ دہشتہ
اڑھ کر دکھائی ہیں اور اکثر مطالب کو بھی اشاروں اور کتابوں
کے رنگ میں رکھ دیا ہے باوجود اس کے زبان فصیح اور کلام
شمسہ اور پاک ہے - اختصار بھی اس مثنوی کا ایک خاص
وصف ہے جس کا ذکر کرنا واجب ہے کیونکہ ہر معاملہ کو
اس قدر مختصر کر کے ادا کیا ہے جس سے زیادہ ہونہ بین ممکن
اور ایک شعر بیچ میں سے نکال لو تو داستان برہم ہو جاتی ہے
ان باتوں کے لحاظ سے واجب تھا کہ کتاب خاص پسند ہوتی
باوجود اس کے عام و خاص سب میں شہرت پائی " ۱

گلزار نسیم کی خصوصیات آزاد نے وضاحت سے بیان کی ہیں اور بیانیہ شاعری میں
تسلسل کی اہمیت ظاہر کی ہے کہ اگر شعر بیچ میں سے نکال لو تو داستان برہم
ہو جاتی ہے -

مرزا دبیر اور میر انیس کے کلام پر ناقدانہ رائے دینے کے ساتھ ہی آزاد
پانچویں دور کا خاتمہ کرتے ہیں - مرزا دبیر کی شاعری کے ضمن میں آزاد لکھتے ہیں —

" مرزا دبیر صاحب - شوکت الفاظ - مضامین کی آمد - اس میں
جانباً غم انگیز اشارے - درد خیز کنائے - الفناک اور دل

گداز انداز جو مرثیہ کی غرض اعلیٰ ہے ان وصفون میں باد شاہ
تھے۔" ۱

میرانیس کے کلام کی شاعرانہ خصوصیات ان الفاظ میں اجاگر کرتے ہیں۔
"میرانیس صاحب صفائی کلام۔ لطفِ زبان۔ جاشنی محاورہ۔
خوبیٰ بندش۔ حسن اسلوب۔ مناسب مقام۔ طرزِ ادا اور
سلملہ کی ترتیب میں جواب تمہین رکھتے اور یہی رعایتیں ان
کی کم گوئی کا سبب تھیں۔" ۲

اور ان تنقیدی نظریات کے ساتھ ہی آزاد خانہ کتاب لکھتے ہیں۔

آزاد نے آبِ حیات میں شاعری کے بنیادی اصولوں پر جو اپنے نظریات
پیش کئے ہیں وہ زمانہ اور حالات کے مسائل پر غور کرنے کے بعد کئے ہیں اس سے
آزاد کا نقطہ نظر واضح ہو جاتا ہے۔ آزاد کا مقصد اردو شعروادب کو سماجی
ضرورتوں کے مطابق بنانا تھا اور ان نظریات کی پیداوار مغربی ادب کے اثر کا نتیجہ
تھا۔ آزاد نے آبِ حیات کے ذریعہ اردو ادب کو نیا ذہن دیا۔ اپنے معاصرین
کی طرح ان کے پیس نظر تعمیری مقاصد تھے۔ شاعری کے افادی اور مقصدی
نقطہ نظر پر اس لئے زور دیا تاکہ شعروادب سے حالات کے تقاضوں اور وقت کی
ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔ آزاد پر بہت سے اعتراضات کئے گئے ہیں۔ شعرو
شاعری سے متعلق اور شاعروں کے کلام پر ان کی رابعوں کو سطحی بتایا گیا ہے۔
لیکن ہمیں یہ اعتراف کرنے میں تامل نہیں ہونا چاہئے کہ آزاد کو شاعری کے بنیادی
اصول اور عملی تنقید پیش کرنے میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔ آزاد کے سامنے
کوئی تنقیدی کارنامہ موجود نہ تھا اس زمانے کے لحاظ سے انہوں نے جو کچھ

۱۔ آبِ حیات۔ محمد حسین آزاد ص ۵۳۹

۲۔ آبِ حیات۔ محمد حسین آزاد ص ۵۳۹

کارنامہ انجام دیا وہ اہم ہے۔ ڈاکٹر مسیح الزمان صاحب کا خیال ہے —

”غرس آزاد نے اردو تنقید نگاری میں ایک نیا راستہ نکالا اور
اپنی زہانت اور فطانت، اپنی تحقیق و جستجو اور اپنے
علم و فضل سے اسے ایسے راستے پر لگایا جس پر چل کر
وہ دنیا کی زندہ زبانوں کے ہم پایہ بن سکے۔ انہیں اب
تد صرف صاحب طرز اور لفظوں کا باری گڑھی سمجھا
گیا ہے۔ لیکن ان کے نظریے ان کے خیالات اور ان کا اظہار
اتنے اہم اور وقیع ہیں کہ تاریخ تنقید میں انہیں بلند تر
جگہ ملنا چاہئے۔“ ۱

”آب حیات“ کی تحقیقی و تنقیدی قدر و قیمت کا جائزہ

آب حیات کی تحقیقی و تنقیدی قدر و قیمت کا جائزہ

کسی خاص زمانے کی ادبی تخلیقات کی قدر و قیمت متعین کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس عہد کے عام ادبی مذاق کا جائزہ لیا جائے۔ ادبی تخلیقات کی طرح تنقید پر بھی اس اصول کا اطلاق ہوتا ہے۔ محمد حسین آزاد کے تنقیدی نظریات ہماری تحقیق کا موضوع ہیں۔ آب حیات کی تنقیدی اور تحقیقی قدر و قیمت متعین کرتے وقت اس زمانے کے حالات اور ماحول کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ آزاد سے پہلے تنقیدی نقطہ نظر سے کتاب لکھنے کا رواج نہ تھا۔ اردو میں تنقیدی اور تحقیقی شعور بہت حد تک آزاد کی کوششوں سے پیدا ہوا۔ آزاد اولین نقاد ہیں جنہوں نے اردو کو باقاعدہ تنقید سے روشناس کیا۔ آزاد کے پیش نظر اردو میں کوئی نمونہ قابل تقلید نہ تھا اس لئے انہوں نے عربی اور فارسی تصانیف سے استفادہ کیا۔ آزاد نے جو کچھ لکھا ہے اپنے زمانے کی ادبی ضرورتوں کے مطابق لکھا ہے۔ اس لئے آب حیات کا مطالعہ ہمیں اس تناظر میں کرنا چاہئے۔ آب حیات کرسٹین یا ادبی تاریخ کے مثالی معیاروں سے پرلنڈے کی صورت میں ہم اس کے مانند انصاف نہیں کرسکتے گے۔

آب حیات کو تحقیقی نقطہ نظر سے دیکھتے وقت بعض محققوں نے محض غلطیاں چن چن کر بیان کی ہیں۔ محقق کا فرض یہ ہے کہ وہ کسی تصنیف کی قدر و قیمت کا جائزہ لیتے وقت اعتدال و انصاف سے کام لے اور کسی تصنیف کی خامیوں کے مانند خرابیوں کو بھی اجاگر کرے۔ آب حیات کی تحقیق تنقید اور انشا پردازی پر مختلف لوگوں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے۔ آب حیات تحقیقی غلطیوں اور تصانیف سے یکسر ہٹ نہیں لیکن ان کی ذمہ داری آزاد کی تحقیقی صلاحیت نہیں بلکہ وہ مآخذات ہیں جن سے آزاد نے استفادہ کیا۔ اس حقیقت

کو جانتے ہوئے/جدید نقاد انیس ناگی ان کی تحقیقی صلاحیت کے بارے میں مندرجہ ذیل رائے دیتے ہیں —

”آب حیات میں تحقیق کا حصہ اس کا کمزور ترین جزو ہے۔ آزاد طبیبنا تحقیق کے لئے موروں نہیں تھے ۰۰۰۰۰ آزاد کو اپنے علم اور ذمہ دانی پر فخر تھا۔ وہ احساسِ تفکر اور انسانیت کی بدولت اپنی ”معلومات کو مسلمات سمجھتے تھے ۰۰۰۰۰ تحقیق کے میدان میں بھی آزاد کا رجحان مقول کی بجائے منقول کی طرف تھا۔ مختلف شعراء کی سوانح میں جو لطائف بیان کرتے ہیں یا جن واقعات کو نقل کرتے ہیں ان کا تعلق شنید سے زیادہ ہے آزاد اپنے بیانات کی تائید میں مستند حوالوں کو ضروری نہیں سمجھتے چنانچہ آزاد کی یہ مطلق العنانی ان کی غیر محققانہ طریقہ کار کی ذمہ دار ہے۔ ان محققانہ کمزوریوں کے باوجود آزاد نے اردو میں لسانی تحقیق کی رسم کا آغاز کیا اور ادبی تاریخ کی مثبت کو زیادہ باقاعدہ بنانے کی کوشش کی ۰۰۰۰۰“

آزاد کی تحقیق کے سلسلے میں انیس ناگی کی اس رائے سے پوری طرح اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ آزاد کو غیر محققانہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آزاد نے جن ذرائع سے استفادہ کیا وہ محدود تھے اور جو مآخذات ان کے پیش نظر تھے ان پر انہوں نے بھرپور کام کیا۔ ان کے زمانے تک تحقیق کا دائرہ محدود تھا۔ تحقیق کے اصول و ضوابط باقاعدہ طور پر مقرر نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے آزاد نے بھی اپنے بیانات کو تحقیق کی رو سے صحیح ثابت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور اکثر مقامات پر اپنے مآخذات کا حوالہ دینا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ رہی بات منی منائی باتوں پر یقین کرنے کی تو اس زمانے میں زبانی روایتیں اور تذکیر ہی معلومات فراہم کرنے کا

۱۔ آب حیات شہرت عام اور بقائے دوام۔ انیس ناگی۔ مشمولہ آب حیات کا

ذریعہ تھے اور آزاد نے بیشتر مقامات پر ان روایتوں کو قابل اعتماد سمجھا اور آپ حیات میں اکثر جگہ ان روایتوں کو بیان کیا۔

تحقیقی لغزشوں کی بنا پر آزاد کے کلمات کی نفی نہیں ہوتی نہ ہی آپ حیات کی اشمیت و افادیت سے انکار کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں شارب ردولوی نے جو رائے دی ہے وہ صداقت پر مبنی ہے۔

"اس میں شک نہیں کہ آزاد نے آپ حیات پوری محنت اور تحقیق

کے ساتھ لکھی ہے۔ اتنے عرصے میں بعض نئے نسخے اور نئی کتابیں سامنے آئی ہیں جن کی روشنی میں اگر کچھ باتیں غلط ہو گئیں تو بہت سی باتوں کے سلسلے میں آزاد کی تحقیق مفید کی حیثیت سے رکھنی ہے ورنہ یہی کیا کم ہے کہ آزاد نے اردو میں تحقیق کی راہ کو ہموار کیا اور لوگوں کو اس طرف مائل کیا۔"

آزاد نے تحقیق کے سلسلے میں اپنی حتی المقدور کوشش کی اور جہاں تک ہو سکا معتبر ذرائع تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ شعرا کے حالات و واقعات جمع کئے اور بہت سی کتابوں سے مدد لی اور جو معلومات حاصل ہوئیں ان پر آزاد نے پوری طرح یقین کیا۔ آزاد نے واقعات کی فراہمی کے سلسلے میں ہر ممکن کوشش کی جس سے ان کے تحقیقی ذوق کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اسلم فرخی آزاد کی تحقیقی کارشوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جیسے جیسے علم بڑھتا جاتا ہے تفحص اور جرح اور تدبیر کے آئین بھی وضع ہوتے جاتے ہیں آزاد کے عہد میں اس قسم کی دیدہ ریزی کا نہ دستور تھا نہ ضرورت انہوں نے حالات جمع کئے۔ فراہمی مواد کے سلسلے میں جو امکانات کوشش ہو سکتی

تھی اس میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ تذکروں سے مدد لی جو کچھ سنا تھا اسے مرتب کیا۔ دوستوں کو خطوط لکھے۔ ان سے معلومات حاصل کیں جس جس جگہ سے کوئی بات معلوم ہونے کی توقع تھی وہاں دستک دی بہت سے لوگوں نے ان کی مدد کی بہت سے لوگوں نے خط کا جواب دینا بھی گوارہ نہ کیا۔ ان تمام باتوں سے آزاد کے ذوق و شوق اور انہماک کا اندازہ ہو سکتا ہے جو چیزیں جمع کیں انہیں بڑے سلیقے سے مرتب کیا اس کے باوجود بھی اگر ان کا شمار محققین میں نہ کیا جائے تو یہ بڑی زیادتی ہوگی۔ ۱۳

آزاد کی تحقیقی کارشوں کے سلسلے میں یہ بات قابل غور ہے کہ جو ضروری باتیں آپ حیات کی پہلی اشاعت میں آزاد شامل نہ ہیں کرم کے تھے اور جب آزاد کو اہل نظر نے اس جانب متوجہ کیا تو آزاد نے ان لوگوں کی رائے کا احترام کیا مثلاً آپ حیات کی پہلی اشاعت میں مومن خان مومن کا ذکر کسی وجہ سے رہ گیا لیکن جب آزاد کو اس طرف متوجہ کیا گیا اور مومن کے حالات کسی ذریعہ سے مل گئے تو آپ حیات کی طبع ثانی میں مومن کا ذکر قدر تفصیل سے لکھا۔

حوالات و واقعات کی فراہمی کے سلسلے میں آزاد نے مسکنیت کی اس کا اندازہ آزاد کے اس بیان سے ہوتا ہے جو انہوں نے مومن کے ذیل میں کیا ہے —

”پہلی دفعہ اس نسخے میں مومن خان صاحب کا حال نہ لکھا گیا ۰۰۰۰۰ میں نے ترتیب کتاب کے دنوں میں اکثر اہل وطن کو خط لکھے اور لکھوائے وہاں سے جواب صاف آیا وہ خط بھی موجود ہیں مجبوراً ان کا حال قلم انداز کیا

..... مین نے اسی وقت سے دہلی اور اطراف دہلی مین ان اشخاص کو خطوط لکھنے شروع کر دیے تھے جو خان موصوف کے خیالات سے دل گزار رکھتے ہیں اب طبع ثانی سے چند مہینے پہلے تاکید والتجا کے نیاز ناموں کو جولائی دی انہیں مین سے ایک صاحب کے الطاف و کرم کا شکر گزار ہوں جنہوں نے با اتفاق اور صلاح ہم دیگر جزئیات احوال فراہم کر کے چند اوراق مرتب کئے اور عین حالت طبع مین کہ کتاب مذکور قریب الاختتام ہے مع ایک مراسلے کے عنایت فرمائے بلکہ اس مین کم و بیش کی بھی اجازت دی ۔ مین نے فقط بسس فقرے کم کئے جن سے طول کلام کے موا کچھ فائدہ نہ تھا ۔ اور بعض عبارتیں اور بہت سی روایتیں مختصر کر دیں ۔ یا پھر وژدین ۔ جن سے ان کے نفس شاعری کو تعلق نہ تھا باقی اصل کو بجنسم لکھا دیا ۔ آپ ہرگز دخل و تصرف نہ مین لیا ۔ دان کچھ کہنا سوا تو حاشیے پر یا خط وحدانی مین لکھ دیا ۔ جو احباب پہلے شاکی تھے امید ہے کہ اب اس فرو گذاشت کو معاف فرمائیں گے ۔"

اس موضوع پر اردو کے بلند پایہ محقق مسعود حمین رضوی ادیب تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں ۔ ملاحظہ ہو ان کا مقالہ "آب حیات کا تنقیدی مطالعہ" —

"آزاد کے بیشتر بیانات مستند کتابوں سے ماخوذ ہیں مگر اندون نے دختر اور مستبر بزرگن سے جو کچھ سنا تھا اس کو بھی اپنی کتاب مین درج کر دیا ہے ۔ ہمارے ممتاز شعراء کے متعلق جو روایتیں سینہ بہ سینہ چلی آرہی تھیں ان کو محفوظ کر دینا بھی

ایک اہم ادبی خدمت تھی ۔

آزاد کے زمانے تک یہ دستور نہ تھا کہ جوابات کہی جائے
اس کے لئے مند پیش کی جائے اور ماخذ کا حوالہ دیا جائے انہوں
نے بھی بہت سی چیزیں نہایت مستبر ماخذوں سے لی ہیں، مگر
اکثر مقامات پر ان کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔^۱

آزاد نے آب حیات میں جن کتابوں کے حوالے دیے ہیں ان کی تعداد
پچاس سے زیادہ ہے ۔ مسعود حسن رضوی نے ان کتابوں کی ایکہ طویل فہرست
پیش کی ہے جس سے آزاد کی تلاش و جستجو اور تحقیقی کاوشوں کا بخوبی اندازہ
ہوتا ہے ۔ فہرست پیس کرنے کے بعد آزاد کی محنت اور دقت نظر کو مد نظر رکھتے
ہوئے مسعود حسن رضوی لکھتے ہیں ۔

"حقیقت یہ ہے کہ جس محنت اور جتنی تحقیق سے آب حیات
لکھی گئی ہے اس کی مثالیں اردو کے کتابی ذخیرے میں بہت
کم ہیں ۔۔۔۔۔۔ جس شخص نے اردو کی خدمت میں جان
نپا دی اپنی بے نظیر تمنیوں سے اردو کو مالا مال کر دیا
اردو ادب و شعر کی اصلاح و ترقی کے راستے دکھائے جس نے
آب حیات کی میں پر از معلومات اور زندہ جاوید کتاب دی
اس کی ماری محنتوں پر بے دردانہ تنقید اور بے بنیاد الزامات
سے ہانی پھیر دینا احسان فراموشی کی انتہا ہے۔"^۲

زبان کی تاریخ پیس کرنے میں آزاد لمائی محقق کی حیثیت سے ابھرتے ہیں۔
آزاد کو لمائیات سے خاص دلچسپی تھی ۔ آزاد نے "زبان اردو کی تاریخ اور

۱۔ آب حیات کا تنقیدی مطالعہ ۔ مسعود حسن رضوی ادیب ص ۴۲ - ۴۵

۲۔ ایضاً ص ۸۰ - ۸۱

نشور نما" اور اعلیت زبان جیسے مضامین پیس کر کے زبان کے متعلق اپنی تحقیقی کاوشوں کو اجاگر کیا ہے۔ جس اردو زبان کی ابتدا اور ارتقاء کے متعلق بعض بنیادی باتوں کی وضاحت ہوتی ہے۔ شارب ردولوی آزاد کی لسانی خدمات کے بارے میں لکھتے ہیں —

"آزاد کو محقق نہ ماننا بہت بڑی زیادتی ہے۔ وہ اپنے عہد کے عرب و فارسی کے زبردست عالم تھے اس کے علاوہ منہجیت بھاشا انگریزی اور لسانیات پر کافی دسترس رکھتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے مسخندان فارس اور اب حیات کے ذریعہ لسانی حقیقتوں پر روشنی ڈالی اور اردو شاعری کو تاریخی ادوار میں تقسیم کر کے سرعہ اور ہر دور کی الگ الگ خصوصیات لکھیں جس کے ذریعہ بیشتر قدیم شعرائے ہم روشناس ہوئے۔" ۱

اردو زبان کی تاریخ کے ضمن میں آزاد کی تحقیقی فروگزاشتوں کی طرف اشارے کرتے گئے ہیں لیکن اس سے آزاد کا لسانی مفکر کی حیثیت سے رتبہ کم نہیں ہوتا۔ آزاد نے اردو زبان کی ابتدا کے متعلق جو خیالات پیس کئے ہیں وہ جدید تحقیق کی روشنی میں غلط ثابت ہو چکے ہیں۔ لیکن آزاد کے سامنے جو ماخذات تھے انہوں نے ان ہی کا سہارا لیا اور انہیں ماخذات کو پیس نظر رکھتے ہوئے اپنے خیالات ظاہر کئے اس کے علاوہ ذاتی تحقیق اور محنت و کاوش سے کام لیا۔ زبان کے متعلق آزاد کے نظریات سے اتفاق کریں نہ کریں یہ بات الگ ہے کیونکہ زمانے میں تبدیلیوں کے مطابق پچھلے لارنائوں پر اضافہ ہوتا رہتا ہے اور پچھلے نتائج رد ہوتے جاتے ہیں لیکن آزاد کی اہمیت بحیثیت لسانی محقق کے مسلم ہے۔ اس باب کے متعلق اسلم فرخی کا خیال ہے —

" بر۔ بھاشا پر عربی اور فارسی اثرات " کے ضمن میں دراصل آزاد نے اردو ادب کی کوتاہیوں اور خوبیوں دونوں کا تجزیہ کیا ہے۔ لسانی اثرات کے پردے میں انہوں نے تقلیدی عناصر کے خلاف احتجاج کیا ہے اور وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش کی ہے ان کی یہ کوشش اردو کا منہ بنیاد کھلانے کی مستحق ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ آزاد نے جو کچھ لکھا ہے اس کی حیثیت ضمنی ہے۔ انہوں نے اردو ادب کے تقلیدی انداز تشبیہ و امتعارے کی فراوانی مبالغے کے زور سے لیا ہے۔ لیکن اول تو ان کا انداز بیان تشریحی اور توضیحی نہیں تشبیہ اور امتعارہ اور مبالغے کے زور کا آئینہ دار ہے اس وجہ سے نفس مضمون کی اہمیت پر اثر پڑا ہے۔ دوسرے انہوں نے اپنے تنقیدی مباحث کو مربوط انداز میں پیش نہیں کیا۔^۱

زبان اردو اور نظم اردو کی تاریخ سے متعلق آزاد کے نظریات کو ان کی پراختیا اور پیمائش کا نتیجہ مانتے ہوئے حالی اپنے خیالات ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں

" یہ تمام مضمون نہایت مفید اور بصیرت افزا اور زبان کی حقیقت کا آئینہ ہے۔ خاص کر یہ کہ اگر مصنف سے اس باب میں کوئی سروری بات فرو گذاشت ہوگی تو اس پر کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ جو شخص سب سے اہل کوئی تاریخی مضمون لکھتا ہے اس کو ہزاروں پریشان کن باتیں فراہم کرنی ہوتی ہیں اور ممکن نہایت کہ کوئی سروری چیز فرو گذاشت نہ ہو جائے۔"^۲

۱۔ محمد حسین آزاد۔ حیات و تصانیف۔ جلد دوم۔ اسلم فرخی ص ۸۵۔ ۸۶۔

۲۔ مقالات حالی۔ حصہ دوم۔ حالی ص ۱۲۵۔

آزاد کو لسانیات میں دلچسپی تھی جس نے باعث انہوں نے آب حیات کا آغاز تاریخ زبان اردو سے کیا ہے۔ محمد احسن فاروقی اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔

”جدید نقطہ نظر میں یہ باب تاریخ ادب میں نہیں تاریخ لسانیات میں تعلق رکھتا ہے اور اس لئے شاعری کی تاریخ میں اس کا وجود غلط ہے سمجھنا چاہئے۔“^۱

لیکن آزاد کے زمانے میں تاریخ ادب اور لسانیات کا کوئی ایسا واضح تصور نہیں تھا۔ اعلیٰ آزاد نے اردو شاعری کی تاریخ بیان کرنے سے پہلے زبان کی تاریخ جیسا اہم کارنامہ انجام دے کر لسانی شعور اور لسانیات میں اپنی دلچسپی ظاہر کی ہے۔

آب حیات ادبی تاریخ۔ مرقع نگاری اور انداز بیان کے آغاز و ارتقاء سے بحث کی وجہ سے ہی اہم نہیں ہے اس میں تنقید کے بہترین نمونے موجود ہیں۔

آب حیات اصلاح سخن کے اعتبار سے بھی اہم ہے۔ اہم فرخی کا قول ہے ”اردو میں روایتی عاشقانہ شاعری کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی اولیت کا شرف آزاد ہی کو حاصل ہے۔“^۲

آزاد نے پہلی بار اردو شاعری اور انشا پردازی کے مروجہ اور تقلیدی انداز کی طرف اشارہ کیا اور بیزارى کا اظہار کیا۔ طالب الہ آبادی آزاد کو نیچرل شاعری کا موجد مانتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔۔

”حالات کے تقاضے میں مختلف زبانوں کی شاعری کا اندازہ کر کے اور صمیمیت کی جدت سے مجبور ہو کر انہوں نے اردو

۱۔ اردو میں تنقید۔ محمد احسن فاروقی ص ۱۹

۲۔ محمد حسین آزاد۔ حیات و تہذیب جلد دوم۔ اہم فرخی ص ۳۲۹۔ ۳۳۰

شاعری کے نئے طریق یا نیچرل شاعری کی بنیاد ڈالی ہے پہلے
خود کئی نظمیں لکھیں اور اعلیٰ درجے کے مضامین لکھے
سب سے پہلے یہ خیال انہیں کے ذہن میں آیا اور انہیں کی
تحریکات اور مساعی سے علی صورت میں ظاہر ہوا۔ ظاہر ہے
موجد خواہ کسی درجے کا ہو موجد ہی رہتا ہے۔^۱

اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ آزاد سی نے اردو شاعری میں قومی۔ اخلاقی اور نیچرل
شاعری کی بنیاد ڈالی۔ شعروادب کے بارے میں سرسید احمد خان۔ شبلی حالی
اور آزاد کے خیالات میں خاصی مماثلت ہے یہ سب ادب برائے زندگی کے نظریے کے
قائل تھے۔ ان کے پیس نظر تعمیری مقاعد تھے۔ یہ بزرگ اس دور کے انگریزی
ادب کے نوکلاسیکی رجحانات سے متاثر تھے اور انہیں رجحانات کی روشنی میں
اردو میں اصلاح و تبدیلی چاہتے تھے۔ تقابلی مطالعہ کے بعد بہت سی کمیوں
کا احساس ہوا۔ ان کمیوں کو دور کرنے کے لئے انہوں نے اپنی تجاویز پیش کیں۔
آزاد اور ان کے معاصرین نے سماجی اور معاشرتی ضرورتوں کے مطابق فن کے بجائے
موضوع کی اہمیت پر زور دیا۔ شعروادب میں خیالی داستانوں اور لفظی مرصع
کاریوں کی جگہ زندگی کے عوامی مسائل کو عام فہم اور آسان زبان میں پیش کرنے پر
زور دیا اور فن برائے فن کی جگہ مقصدی ادب کی طرف اپنے ہم وطنوں کو متوجہ
کیا۔ آزاد شعروادب میں نئے اقدار و فکر اور نئی طرز کے مبلغ تھے۔ آزاد کے
زمانے میں شاعری صرف تفریح۔ صبح اور قافیہ پیمائی کا ذریعہ ہو کر رہ گئی تھی۔
آزاد نے شاعری کو تفریح۔ صبح ہی بجائے مفید اور اصلاحی بنانے کی کوشش کی۔ جس
سے ملک و قوم کے خیالات و زندگی کو سدھارنے کا کام لیا جاسکے۔ آزاد نے اب حیات
میں شعروادب کی خوبیاں اور خامیوں کو اجاگر کیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ

۱۔ مولانا محمد حسین آزاد۔ مولفہ طالب الہ آبادی ص ۲۲۔ ۲۳

شعرو شاعری کی ماضیت شاعری پر معاشرے کے اثرات کا تجزیہ کیا۔ ادب اور زندگی کے تعلق پر فلسفیانہ انداز میں روشنی ڈالی۔ آزاد نے شاعری کی اصلاح کے لئے نئی تجاویز پیش نہیں کیں، نثر کی ترقی پر بھی زور دیا جس میں خیال کی وسعت مضمون کی افادیت اہم ہیں اس خیال کو پیش کرنے کی اولیت کا شرف آزاد ہی کو جاتا ہے۔ اب حیات کے علاوہ نظم آزاد کے دیباچہ میں نیرنگ خیال کے دیباچہ میں مضمون کلام موروں کے بارے میں سخندان فارسی اور دربار اکبری میں بھی آزاد کے تنقیدی خیالات بکھریے پڑے ہیں۔ ان سب تحریروں پر نظر کرنے کے بعد ہی ہم ادب کے بارے میں آزاد کے نظریات سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ آزاد نے سب سے پہلے "نظم اور کلام موروں پر اپنے خیالات" کا اظہار کیا۔ انگریزی ادبیات سے استفادہ کا مشورہ دیا لیکن آزاد مشرقی معیار تنقید سے الگ نہیں ہوئے۔ اب حیات میں قدیم شاعروں کا مطالعہ ہے۔ آزاد نے بڑی حد تک ان معیاروں سے استفادہ کیا ہے جو عربی فارسی میں رائے تھے۔ وہ مشرقی ادبی تصور کو مغربی ادب سے ہم آہنگ کرنے پر زور دیتے ہیں۔

فارسی انشا پردازی سے اردو زبان کو فائدے پہنچے ان کا اعتراف کرتے ہوئے فارسی کی رنگین عبارت کی تقلید سے پہنچنے والے نقصانات سے اب حیات ہی نے سب سے پہلے آگاہ کیا۔ اردو زبان جس میں رنگین عبارت کا استعمال ہوتا تھا اس میں سادہ اور فحصری انداز بیان کی طرف توجہ اب حیات نے دلائی۔ اس سے پہلے اس طرف کچھ توجہ نہیں دی تھی۔

آزاد نے اب حیات میں مختلف جگہ مختلف تنقیدی نظریات کا اظہار کیا ہے جس کا ذکر ہم تفصیل سے گذشتہ باب میں کر چکے ہیں۔ ان نظریات سے آزاد کے تصور ادب کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ آزاد بدلتے ہوئے معاشرتی نظام سے ادب کو ہم آہنگ کرنا چاہتے تھے۔ آزاد نے اپنے تنقیدی نظریات کی تشکیل میں مغربی خیالات و نظریات سے استفادہ کیا ہے وہ اپنے سامعین میں

مغربی ادب سے سب سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔ جس کا ثبوت آزاد کے انشائیہ
 ہیں۔ جو انگریزی انشائیوں کے ترجمے سین یا ان سے ماخوذ ہیں۔ رسی بات
 آزاد کے تنقیدی نظریات کی توبہ الگ بات ہے کہ آج ہم جدید تقاضوں کی روشنی
 میں ان نظریات و خیالات سے پوری طرح متفق نہ ہوں لیکن اس سے ان کی اہمیت
 میں فرق نہیں آتا۔ اب حیات کے تنقیدی پہلو پر غور کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح
 ہو جاتی ہے کہ آزاد کے تنقیدی شعور نے بھی اب حیات کے مرتبے کو بلند کر دیا
 ہے۔ آزاد کا یہ کارنامہ کم اہمیت کا حامل نہیں کہ وہ اردو کے پہلے نقاد ہیں
 جنہوں نے ادب کو زندگی کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی پوری کوشش کی۔ آزاد
 کے تنقیدی نظریات مختلف تحریروں میں بکھرے ہوئے ہیں آگے جا کر اس کی کو حالی
 نے پورا کیا۔ حالی نے اب حیات کے بعد اپنے نظریات کو "مقدمہ شعرو شاعری"
 میں منظم اور مرتب شکل میں پیش کیا جو خیالات آزاد ایک جگہ واضح نہیں
 کر سکے حالی نے ان خیالات کا اظہار پوری وضاحت سے کیا ہے۔ حالی نے "مقدمہ
 شعرو شاعری" کے لئے جن ماخذات کو اماس بنایا ان میں ایک اب حیات
 بھی تھی چنانچہ یہ بات درست ہے کہ اردو میں بحیثیت نقاد آزاد کا نام حالی
 سے پہلے آنا چاہئے۔ آزاد نے اب حیات میں غالب کے سلسلے میں جو بیانات
 دئے ہیں حالی نے بیشتر بیانات سے "یادگار غالب" میں فائدہ اٹھایا ہے۔
 جس کا حالی نے ایک جگہ اعتراف ہی کیا ہے اس سے حالی پر آزاد کا اثر صاف
 ظاہر ہوتا ہے۔ انور سدید حالی پر آزاد کا اثر نمایان کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

چنانچہ جب انہوں نے نئی شاعری کا دیوان شائع کرنے کا ارادہ
 کیا تو اس شاعری کے مدلل جواز کے لئے انہوں نے جن ماخذات
 پر اعتماد کیا ان میں ایک اسم کتاب آزاد کی "اب حیات"
 بھی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالی نہ صرف آزاد کی
 تنقید سے متاثر تھے بلکہ انہوں نے اسے مقدمہ شعرو شاعری کی
 اماس بنایا۔ چنانچہ یہ کہنا درست ہے کہ اردو تنقید کے اولین

باضابطہ نقاد آزاد اور حالی نے۔^۱

شارب ردولوی آزاد کو جدید شاعری کا بانی مانتے ہوئے اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

”نئی اردو شاعری اور تنقید کی ابتدا کا سہرا مولانا محمد حسین

آزاد اور الطاف حسین حالی کے سر ہے۔“^۲

آزاد کی انشا تنقید کے لئے قطعاً موزون نہیں۔ اس نے آب حیات کے تنقیدی مباحث کو کافی نقصان پہنچایا ہے۔ تنقید کے لئے شاعرانہ نشر کی نہیں بلکہ قطعیت اور وضاحت کی ضروری ہوتی ہے۔ اب حیات میں تنقید اصل موضوع نہیں اس کی حیثیت ضمنی ہے۔ ضمنی حیثیت کے باوجود آزاد کی تنقید اہمیت کی حامل ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ آزاد نے کبھی کبھی اپنی تنقید میں بے جا مبالغہ سے کلم لیا ہے جس میں ان کی تنقید میں توازن و اعتدال قائم نہیں رہتا۔ کچھ بھی ہو لیکن آزاد کے انداز تحریر کی انفرادیت ہمیشہ قائم رہتی ہے اور یہ خصوصیت شبلی اور حالی کے یہاں بھی نہیں ہے۔ ڈاکٹر اعجاز حسین اب حیات میں تنقیدی پہلو کو اہمیت دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”آزاد نے آب حیات لکھ کر ادبی تنقید کی طرف اردو نشر کو موڑ

دیا۔ شاعری اور شاعر دونوں کے حسن و قبح ادبی لحاظ سے

دنیا کے سامنے اس جوں میں پیش کئے کہ اصلی شعر و شاعر

نظروں کے سامنے آئے۔“^۳

آزاد نے شعرا کے ذیل میں حورائے دی ہیں ان میں بیشتر مقامات پر تاثراتی کیفیت نمایان ہے۔ ان کی تنقیدوں سے لافنی لوگ اختلاف کرتے رہے ہیں لیکن ان کا اثر بعد

۱۔ اردو ادب کی تحریکین۔ انور مدید ص ۳۹۹

۲۔ جدید اردو تنقید۔ اسول و نظاریات۔ شارب ردولوی ص ۱۳۵

۳۔ نئے ادبی رجحانات۔ ڈاکٹر اعجاز حسین ص ۲۲۲

کے کافی زمانے تک رہا خاص طور سے تاثراتی تنقید کا۔ جو کافی زمانے تک اثر انداز رہی۔ جس پر ہمارے نقادوں نے توجہ دی۔ حسن عسکری۔ عبدالرحمن بجنوری شبلی مہدی افادی اثر لکھنوی نیاز فتحپوری اور آل احمد سرورجن کو تاثراتی نقاد کہہ سکتے ہیں انہوں نے شعوری یا غیر شعوری طور سے آب حیات سے استفادہ کیا ہے۔ شعوری یا غیر شعوری طور پر اردو میں تاثراتی تنقید کے بیشتر نمونے محمد حمید آزاد کی تنقید کے تسلسل کو قائم رکھتے ہیں۔ مسیح الزمان نے آزاد کے تنقیدی نظریات پر ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے۔

"آزاد نے اردو تنقید نگاری میں ایک نیا راستہ نکالا اور اپنی ذہانت اور فطانت اپنی تحقیق و جستجو اور اپنے علم و فضل سے اسے ایسے راستے پر لگایا جس پر چل کر وہ دنیا کی زندہ زبانوں کے ہم پایہ بن سکے۔ اندین اب تک صرف صاحب طرز اور لفظوں کا بازگردانی سمجھا گیا ہے لیکن ان کے نظریے ان کے خیالات اور ان کا اظہار اتنے اہم اور وقیع ہیں کہ تاریخ تنقید میں بھی اندین بلند درجہ ملنی چاہئے۔" ۱

تحقیق و تنقید سے قطع نظر آب حیات کو اردو شاعری کی پہلی اور مکمل تاریخ مانا گیا ہے۔ اس کا انداز ادبی تاریخ کے مطابق ہے اس لئے آب حیات کو اس سے پیشتر لکھے گئے تذکروں پر فوقیت حاصل ہے یہ قدیم تذکرہ نویسی کے انداز کو ترک کر کے ادبی تاریخ کے ڈھنگ پر لکھی گئی ہے۔ آب حیات میں تاریخ ادب کی روایت کو فروغ حاصل ہوا۔ آزاد سے قبل جو اردو اور فارسی کے تذکرے وجود میں آچکے تھے ان کے نقائص کا آزاد کو بخوبی احساس تھا اور آزاد مغربی انداز فکر سے بھی واقف تھے جس کے مطابق انہوں نے اردو شاعری کی تاریخ مرتب کرنے کی کوشش کی۔ آزاد نے آب حیات کے سرورق پر تحریر کیا ہے "مشاہیر شعرائے اردو کی

ترقیوں

سوانح عمری اور زبان مذکور کی عہد بہ عہد اور اصلاحوں کا بیان"۔ اس سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ آب حیات لکھنے کا مقصد شاعروں کے حالات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اردو شاعری کی تاریخ بھی ہے۔ آب حیات مرتب کرتے وقت آزاد نے انگریزی طرز تاریخ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اردو شاعری کو ادوار میں تقسیم کیا اور ہر دور کی عہد بہ عہد تبدیلیاں بیان کیں اور ہر دور کی زبان کے لسانی تغیرات پر روشنی ڈالی۔ نمائندہ شعرا کے حالات بیان کئے ان کی شخصیت اور ماحول کا نقشہ کھینچا۔ طرز کلام پیش کیا اور کلام پر ناقدانہ رائے دیں۔ شعرا کے کلام کی خصوصیات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے معاشرتی اور سماجی ماحول کو بھی اجاگر کیا۔ اس طرح آب حیات میں اردو کے تقریباً تمام شعرا کا ذکر اور ان کے ادبی کارناموں کا پہلی بار جائزہ لیا گیا ہے۔ ان عناصر کو مد نظر رکھتے ہوئے اب حیات ادبی تاریخ کے ذیل میں آتی ہے۔ اسلم فرخی اس سلسلے میں لکھتے ہیں —

"یہ دہائی ادبی ذوق کی تربیت کرتی ہے اور ذوق و شوق میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ یہ دہائی سرسری معلومات اور سطحی اطلاعات کا امیر نہ بنی بناتی بلکہ اصل کی طرف متوجہ کر کے ہمیں ادب سے لہجی علیحدہ نہیں ہونے دیتی۔ یہ آب حیات کی بہت بڑی خوبی ہے جو کہی اور تاریخ ادب کے حلقے میں نہیں آتی۔ آزاد نے اردو کے ماحول اور اردو شاعری کے مختلف ادوار کی شاعرانہ فضا کو اس خوبی سے اجاگر کیا ہے کہ یہ اختیار ان کے کمال کی داد دینا پڑتی ہے۔" ۱

ادبی تاریخ کے اعتبار سے بھی آب حیات کی انفرادیت مسلم ہے۔ آب حیات کے بارے میں سید وقار عظیم کی رائے درست اور متوازن ہے —

.....آب حیات اردو شاعری کے ارتقا کی ایسی تنقیدی
دستاویز اور اس میں بڑھ کر ایک ایسا صحیفہ ہے جس میں
زندگی کی پوری گدھا گدھی سہجیل اور تڑپ بٹھی ہے اور اس
کی اندرونی روح بدن - "۱

آب حیات کو صرف ادبی تاریخ کے یا تنقید کے نقطہ نظر سے دیکھنا غلط
ہے کیونکہ آزاد کا بنیادی مقصد مرقع نگاری تھا۔ آزاد کو مرقع کشی کا بے حد شوق
تھا۔ جیسا کہ وہ - "آب حیات کے دیباچہ میں اس بات کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے
ہیں۔ —

"غرض خیالات مذکورہ بالا نے مجھ پر واجب کیا کہ جو حالات
ان بزرگوں کے معلوم میں یا مختلف تذکروں میں متفرق مذکور
ہیں انہیں جمع کر کے ایک جگہ لکھوں اور جنہاں تک ممکن ہو
اس میں لکھوں کہ ان کی زندگی کی بولتی چلتی پھرنی چلتی
تصویریں سامنے آن لگی ہوں اور انہیں حیات جاوداں حاصل
ہو۔" ۲

آزاد نے اس بات کو شدت سے محسوس کر لیا تھا کہ قدیم شعرا کی زندگی کے حالات
اور کلام کو شاعری کی تاریخ مرتبہ کرنے میں امتداد زمانہ سے محفوظ کیا جاسکتا ہے
ورنہ ان بزرگوں کا نام و نشان ملنا بھی مشکل ہوگا۔ آزاد آب حیات کے دیباچے میں
افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

.....جن جوہریوں کی ذریعہ سے یہ جواہرات مجھ تک پہنچے
وہ توحات میں مل گئے۔ چلو! باقی دین وہ بجھے چراغوں کی

-
- ۱۔ سید وقار عظیم "تنقید آزاد اور اس کا مخصوص مزاج" مشمولہ آب حیات کا تنقیدی
و تحقیقی مطالعہ مرتبہ سید سجاد ص ۸
 - ۲۔ آب حیات (دیباچہ) - محمد حسین آزاد ص ۲-۵

کی طرح ایسے ویرانوں میں پڑے مین کہ ان کے روشن کرنے کی یا
ان سے روشنی لینے کی کو پرواہ نہیں۔ پس یہ باتیں کہ
حقیقت میں اثبات ان کے جو سرکھالات کے ہیں۔ اگر اسی طرح
زبانوں کے حوالے رہیں تو چند روز میں صفحہ ہستی سے مٹ
جائیں گی۔" ۱

اسی مقصد کے تحت آزاد نے آپ حیات تصنیف کی۔ شاعروں کی جتنی جاگتی تصویریں
پیش کر کے ان کو حیات جاوداں بخشی۔ جیسا کہ محمد صادق لکھتے ہیں —

"آپ حیات" محض اردو شاعری کی تاریخ ہی نہیں بلکہ ایک توانا
متحرک اور زندگی سے لبریز دستاویز ہے جو عہد ماضی کو از سر نو
زندہ کر کے ہماری آنکھوں کے سامنے لاہتری کرتی ہے۔ بلا مبالغہ
ہمارے ادب میں ایسی اور کوئی کتاب نہیں۔" ۲

آزاد نے اردو شاعری کے ارتقا کو عہد بہ عہد اس انداز سے پیش کیا ہے کہ وہ اس ماحول
اور اس زمانے کی تصویر کشی دیتے ہیں۔ عبادت بریلوی نے اس کو "ہر دور کے
شاعرانہ ماحول کی تصویروں کا الہم کہا ہے۔" ۳

آزاد اردو شعرا کی جلتی پھرتی تصویریں کھینچنا چاہتے تھے اور وہ اپنے
مقصد میں پوری طرح سے کامیاب رہے۔ آپ حیات میں شعرا جلتے پھرتے بولتے جالتے
نظر آتے ہیں۔ آزاد کا مقصد حسی ہی بازیافت کرنا تھا۔ انہوں نے "دربار اکبری"
"مخدان فارس" اور "آپ حیات" جیسے شاہکار پیش کئے۔ آپ حیات کی تصویریں
پے جان اور جامد نہیں ہیں بلکہ زندہ اور متحرک ہیں اور اپنے الفاظ و عبارت سے

۱۔ آپ حیات (دیباچہ)۔ محمد حسین آزاد ص ۲۔ ۳

۲۔ محمد حسین آزاد۔ احوال و آثار۔ ڈاکٹر محمد صادق ص ۸۵

۳۔ روایت کی اہمیت۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی ص ۶۶

حالات کا نقشہ دینے میں - شعرا کے حالات اور ماحول و معاشرت کے نقشے آنکھوں میں پھر جاتے ہیں - ان کے اخلاق و معاشرت کے مانند مانند ان کی آپس چشمکین اور رقابتیں - علمی اور ادبی حلقوں کی سرگرمیاں ان کے طرز زندگی اور معاشرت کا نقشہ اتار دیتے ہیں - آزاد کا تخیل غیر معمولی ہے جس کی وجہ سے اندھون نے کامیاب مرقع نگاری کی وہ کسی بھی خیال کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اس کی تصویر کھنچ جاتی ہے مثلاً

” قہقروں کی آوازیں آتی ہیں - دیکھنا اہل مشاعرہ آن پہنچے یہ
کچھ اور لوگ ہیں سچ ار کا آنا غضب کا آنا ہے -
ایسے رندہ دل اور شوق طبع ہوں گے کہ جن کی شوخی اور طراری
طبع بامتناہی میں ذرا نہ دے گی - اتنا دھنسے اور ہنسائیں گے کہ
مندمرد جائیں گے - مگر نہ ترقی کے قدم آگے بڑھائیں گے نہ اگلی
عمارتوں کو بلند اٹھائیں گے - اندھین کوٹھنوں پر کودتے پھاندتے
پھریں گے ایک مکان کو دوسرے مکان میں سچائیں گے اور ہر شے کو
رنگ بدلیں بدل کر دکھائیں گے -“ ۱

جن ذرائع سے شعرا کے حالات ملتے ہیں ان سے آزاد نے حاصل کئے اور ان پر اعتماد کیا - شعرا کے حالات و واقعات جمع کرنے میں آزاد نے جس محنت و جانفشانی سے کام لیا ہے - حالی بدل اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

” بطور اس تمام تذکرے میں ۲۱ شاعروں کا حال قلمبند ہے اور ان کا کلام نقل کیا گیا ہے لیکن تراجم شعرا کے ضمن میں جا بجا ان کے معاصروں اور ان کے ہم صحبتوں کا ذکر بھی کیا ہے اور ہر موقع پر بہت دلچسپ نقلیں اور لطیفے ایضاً کئے ہیں - اور تمام حالات کے فراہم کرنے میں جو محنت اور جانناہی مصنف

نے کی ہے اس کا اندازہ لڑنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ابتدائے
 سن تمیز سے ایک ایسی جامع کتاب لکھنے کا ارادہ کیا ہوگا اور وقتاً فوقتاً
 جہان جو سرمایہ ملا اس کو احتیاط کے ساتھ ضبط کیا ہوگا ورنہ ایسے
 تفصیلی حالات جو کتابوں میں درج نہ ہوتے ہوں اور صرف افواہ خلائی
 پر جاری ہوں کس طرح اس ترتیب کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔" ۱

مرقع نگاری کے لئے انھوں نے تمثیلوں اور استعاروں کو اظہار کا وسیلہ بنایا جب کہ
 استعارات و تمثیلات شعر و شاعری کے لئے موزوں معلوم ہوتے ہیں لیکن مرقع
 نگاری کو دلچسپ بنانے کے لئے اور ایک خاص اثر پیدا کرنے کے لئے انھوں نے تمثیل کا
 سہارا لیا۔ ان کا انداز بیان شاعرانہ ہے مگر مرقع نگاری کے اعتبار سے موزوں ہے۔
 تنقید کے لئے عبارت کی رنگینی موزوں نہیں ہوتی مگر مرقع نگاری اور واقع نگاری کے لئے
 آزاد نے جو طرزِ ادا اپنائے وہ موثر ہے۔ مرقع نگاری کو دلچسپ بنانے کے لئے آزاد نے
 انشا پردازی کے جوہر کھلائے اور اختراع سے کام لیا۔ ان کی انشا سے ایسا ظلم
 ایسے محرزِ دگر کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ بہت سی خامیاں پس پردہ ہو جاتی
 ہیں۔ اور ان کے بیانات میں وحی کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ آزاد نے واقعہ نگاری
 میں دلکشی پیدا کرنے کے لئے دراماتی انداز سے کام لیا ہے۔ پچھلے ماخذوں سے
 جو کچھ شعرائے حالات ملے اس میں رنگینی کی کیفیت آزاد کی خود ساختہ ہے اس
 رنگینی اور دلکشی کی وجہ سے اب حیات کے مرقع اپنے مال گزرنے کے بعد بھی
 سحرانگیزی کی کیفیت رکھتے ہیں۔ واقعہ نگاری اور مرقع نگاری کی دلچسپی کا سبب
 آزاد کی انشا کے علاوہ وہ حکایتیں اور لطیفیں ہیں جو اب حیات میں شعرا کے
 حالات بیان کرنے اور ان حالات کو دلچسپ بنانے کے لئے آزاد نے لکھے ہیں۔ اس
 میں سے بس حکایتیں مستند مانی گئی ہیں اور بعض آزاد کی خود ساختہ ہیں۔
 آزاد نے قیامِ آرائی کا استعمال دلکشی اور رنگینی میں اضافہ کرنے کے لئے کیا ہے۔
 حقیقت یہ ہے کہ آزاد نے منی منائی باتوں کو بھی اس انداز سے بیان کیا ہے کہ

وہ اصلی واقعات معلوم ہوتے ہیں یہ سب آزاد کے طرز بیان کی وجہ سے ہے۔ شبلی ایک خط میں آزاد کے متعلق لکھتے ہیں —

”میں جانتا ہوں کہ وہ تحقیق بے میدان کا مرد نہیں لیکن ادھر ادھر کی گہین بھی ہائیک دینا ہے تو وہی معلوم ہوتی ہیں۔“

شبلی کو آزاد کی سحر بیانی اور عبارت کی دلکشی سے اعتراف ہے۔ طرز بیان کے اعتبار سے آزاد کا مقابلہ انگریزی انشا پرداز لارڈ میکالے سے کیا جاتا ہے دونوں کی نثر میں یکساں خصوصیات ہیں اور دونوں نے ادیبوں کی جتنی جاگی تصویریں پیش کر کے انہیں حیات جاوداں بخشی اور دونوں اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ میدان احتشام حسین اب حیات کے ادبی مرتبہ کی بلندی سے اتفاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

”آپ حیات اردو شاعری کی پہلی تاریخ ہے جس میں سماجی ہم منظر۔ معاشرتی ماحول۔ تاریخی ارتقا اور ادبی شعور کا خیال رکھتے ہوئے شعرا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تحقیقی نقطہ نظر سے اس میں خامیاں اور غلطیاں بھی ہیں لیکن اپنے عہد میں آزاد نے تحقیق کا حق ادا کیا۔ اس کا ادبی مرتبہ اتنا بلند ہے کہ بقول ایک نقاد اگر اس کے بیانات غلط ثابت ہو جائیں تو بھی اس کی ادبیت برقرار رہے گی۔“^۱

آپ حیات کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے مسعود حسن رضوی لکھتے ہیں —

”حضرت آزاد نے یہ کتاب لکھ کر ہماری معاشرتی اور ادبی تاریخ کے نہایت اہم پہلوؤں کو ابدی گہنامی سے بچا لیا۔ ہم ان کے اس احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔“^۲

۱۔ اردو ادب کی تنقیدی تاریخ۔ میدان احتشام حسین ص ۱۸۹

۲۔ آپ حیات کا تنقیدی مطالعہ۔ مسعود حسن رضوی ص ۲۰

بمس نقادوں کی نظر میں آزاد کی انشا آب حیات کا عجب ہے۔ آزاد کے انداز تحریر کو آب حیات کی خوبی اور کمزوری دونوں مانا گیا ہے۔ آزاد نے آب حیات میں تشیل اور امیجز کو اپنا وسیلہ اظہار بنایا۔ لیکن آب حیات میں تشیل اور امیجز کا استعمال ان کی دوسری تہانیف مثلاً "نیز گم خیال" اور "در بار اکبری" سے کسی حد تک کم نہیں ہے۔ آزاد نے تشیلی انداز بیان اپنا کر اپنے مافیہ کو تصویروں اور صورتوں میں پیس لیا ہے۔ تشیل - امیجز اور امتعاروں کے متواتر استعمال کی وجہ آزاد کی شاعرانہ افتاد طبع ہے۔ آزاد اپنے مشاہدات و تجربات کو تصویروں کی شکل میں پیس کرنے کے لئے شاعرانہ اظہار و مسائل سے کام لیتے ہیں ان کے استعمال سے آزاد کی عبارت میں حسن اور تاثیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس میں سب سے اہم رول ان کی قوت متخیلہ کا ہے جو زبردست ہونے کے ساتھ فصاحت اور متحرک ہے۔ شاعرانہ اظہار و وسائل کو اپنانے کی وجہ سے آب حیات کے تحقیقی اور تنقیدی حصے کو کمزور مانا گیا ہے اور اس کو اعتراضات کا نشانہ بنایا گیا ہے دراصل تحقیق اور تنقید کے لئے جس انداز کی ضرورت ہوتی ہے وہ تجزیاتی ہے نہ کہ شاعرانہ۔ اس طرح کے اسلوب تحریر سے ان کی عبارت شاعرانہ نثر کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے۔ جز مرقع نگاری - واقعہ نگاری اور عکس کشی کے لئے موزون ہے۔ دراصل آزاد کے عہد میں تحقیق - تنقید - تاریخ - افسانے اور ناول کا انداز تحریر الگ الگ نہیں ہوا تھا آزاد نے جس طرح کے اسلوب کو اپنے مقصد کے لئے موثر اور دلکش سمجھا اس کو استعمال کیا۔ کبھی کبھی اسٹائل بھی پڑھنے والے کو اسیر کر لیتا ہے۔ زبان کی لطافت و رنگینی بیان کی چاشنی تشبیہ اور استعارات کا برومحل استعمال آزاد سے کا کرشمہ ہے۔ یہ طرز صرف آزاد ہی کا خاصہ ہے بعد کے تذکرہ نگاروں نے آزاد کے طرز تحریر کی پیروی کی مگر اس حد تک کامیاب نہیں ہو سکے۔

محمد حسین آزاد کے تمام کارنامے کسی نہ کسی شکل میں ان کی منفرد انشا پردازی کو ظاہر کرتے ہیں۔ آب حیات میں ان کی انشا پردازی اپنے کمال پر خیر۔ مہدی افتادی کا یہ قول بڑی حد تک ان کی خوبی اور ساتھ ہی ساتھ ان کی خامی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ —

"مرسید سے معقولات الگ کر لیجئے تو کچھ نہیں رہتے۔ نذیر احمد بغیر مذہب کے لقمہ نہیں توڑ سکتے۔ شبلی سے تاریخ لے لیجئے تو قریب قریب کڑے رہ جائیں گے۔ حالی بھی جہان تہ، شرکا تعلق ہے سوانہ نگاری کے ساتھ چل سکتے ہیں لیکن "آقائے اردو" یعنی پروفیسر اراد صرف انشا پرداز ہیں جن کو کسی اور مقام کی ضرورت نہیں۔ اس لئے واقعات بھی انہوں نے جس قدر لکھے ہیں "قصص" (یعنی شبلی) کی حیثیت رکھتے ہیں جنہیں "افسانہ پاران کمین" سمجھئے۔" ۱

جدید تحقیقی مسلوہات کی روشنی میں ان کی بعض تحقیقات اب مستند نہیں رہی ہیں لیکن ان کی اہمیت سے انکار ناممکن ہے۔ حالی نے ٹھیک لکھا ہے کہ —

"اب ہم مصنف کی شکرگزاری پر اس ہزیان سرائی کو ختم کرتے ہیں جس نے اپنے بے وقوفت اوقات کا ایک بہت بڑا حصہ صرف کر کے اہل زبان کے لئے ایک ایسی کتاب تیار کی ہے جو زبان کے محققوں کے لئے مادی اور رہنما ہے۔ پیرو اخبار کے شائقین کے واسطے ایک داستان عبرت انگیز ہے۔ ظرافت پسندوں اور نوجوانوں کے لئے سامان خندہ و نشاط ہے اور اصحاب رائے کے لئے ایک مفصل روڈاد ہے جس میں اردو شاعری کے فیصلے کے لئے کافی شہادتیں موجود ہیں" ۲

۱۔ افادات مہدی۔ مرتبہ مہدی بیگم۔ ص ۲۳۹

۲۔ آب حیات۔ مولانا حالی۔ مشمولہ تنقیدی مضامین مرتبہ مظفر اقبال۔ ص ۱۱



کتابیات

- ۱۔ آب حیات - محمد حسین آزاد - رام نرائن لال بینی مادھو
پبلشرز بک میلر - الہ آباد - ۱۹۶۲ء
- ۲۔ آب حیات کا تنقیدی و تحقیقی مطالعہ - سید مجاد (مرتب) - باراؤل
اعجاز پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی - ۱۹۷۸ء
- ۳۔ آب حیات کا تنقیدی مطالعہ - سید مسعود حسن رضوی ادیب - باراؤل
کتاب نگر - لکھنؤ - ۱۹۵۳ء
- ۴۔ اردو ادب کی تحریکین - ڈاکٹر انور سدید - اشاعت اول -
انجمن ترقی اردو - پاکستان - ۱۹۸۵ء
- ۵۔ اردو ادب کی تنقیدی تاریخ - سید احتشام حسین - پہلا ایڈیشن -
ترقی اردو بیورو - نئی دہلی - ۱۹۰۲ء
- ۶۔ اردو تنقید پر ایک نظر - کلیم الدین احمد - بار دوم -
ادارہ فروغ اردو - لکھنؤ - ۱۹۶۲ء
- ۷۔ اردو تنقید کا ارتقاء - ڈاکٹر عبادت بریلوی - ایجوکیشنل بک
ہاؤس - علی گڑھ - ۱۹۸۶ء
- ۸۔ اردو میں تنقید - محمد احسن فاروقی - ادارہ فروغ اردو -
لکھنؤ -
- ۹۔ افادات مہدی - مہدی بیگم (مرتبہ) - باراؤل -
سرمد بک ڈپو - علی گڑھ - ۱۹۵۸ء

- ۱۰۔ تاریخ ادب اردو (جلد اول) - جمیل جالبی - طبع سوم -
ایجوکیشنل بک ہاؤس - دلی - ۱۹۸۹ء
- ۱۱۔ تاریخ ادب کی تدوین - علی جواد زیدی - اشاعت دوم -
نظامی پریس - لکھنؤ - ۱۹۸۳ء
- ۱۲۔ تمیز تحریر - ڈاکٹر محمد منصور عالم - تاج پریس باری روڈ -
گھا (بہار) - ۱۹۸۵ء
- ۱۳۔ تنقیدی اشارے - ڈاکٹر سید عبد اللہ - اسلام آباد - ۱۹۸۶ء
- ۱۴۔ تنقیدی مضامین - مظفر اقبال (مرتبہ) - باراول -
رام نرائن لال بینی پرشاد بک سیلر - الہ آباد - ۱۹۶۳ء
- ۱۵۔ تنقیدی مطالعے - انور سیوانی - پہلی اشاعت -
مکتبہ دین و ادب لچا احاطہ - لکھنؤ - ۱۹۶۷ء
- ۱۶۔ جدید اردو تنقید — اصول و نظریات - شارب ردولوی - طبع اول
کتاب پبلشرز چوک - لکھنؤ - ۱۹۶۸ء
- ۱۷۔ خطبات کارسان دتاسی - کارسان دتاسی - انجمن ترقی اردو -
اورنگ آباد - ۱۹۳۵ء
- ۱۸۔ داستان تاریخ اردو - حامد حمن قادری - بار دوم -
نظام آباد - کراچی (پاکستان) - ۱۹۵۷ء
- ۱۹۔ روایت کی اہمیت - ڈاکٹر عبادت بریلوی - انجمن ترقی اردو
پاکستان - ۱۹۵۳ء

- ۲۰ - شعرائے اردو کے تذکرے (نکات الشعراء سے لکھنؤ کے خاتون) - ڈاکٹر حنیف نقوی
باراول - نظامی پریس - لکھنؤ - ۱۹۷۶ء
- ۲۱ - شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن - ڈاکٹر سید عبداللہ -
مکتبہ شعروادب - دہلی -
- ۲۲ - صباقات الشعراء ہند - اف فیلن و مولوی کریم الدین -
عظیم الشان بک ڈپو - سلطان گنج - پٹنہ - ۱۹۷۱ء
- ۲۳ - فن تنقید اور اردو تنقید نگاری - نور الحسن نقوی - باراول
ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ - ۱۹۹۰ء
- ۲۴ - محمد حسین آزاد - احوال و آثار - ڈاکٹر محمد صادق - طبع اول
مجلس ترقی ادب - لاہور - ۱۹۷۶ء
- ۲۵ - محمد حمین آزاد - حیات و تصانیف (جلد دوم) - ڈاکٹر اسلم فرخی
اشاعت اول - انجمن ترقی اردو - پاکستان - ۱۹۶۵ء
- ۲۶ - مضامین نو - خلیل الرحمن اعظمی - اشاعت اول -
ایجوکیشنل بک ہاؤس - علی گڑھ - ۱۹۷۷ء
- ۲۷ - معیار و میران - مسیح الزمان - پہلی اشاعت -
رام نرائن لال بینی مادھو - الہ آباد - ۱۹۶۸ء
- ۲۸ - مقالات حالی (حصہ دوم) - بار اول - انجمن ترقی اردو -
اورنگ آباد - ۱۹۶۶ء
- ۲۹ - نظام آزاد - محمد حمین آزاد - بار دوم -
نول کشور گیس پرنٹنگ ورکس - لاہور - ۱۹۱۰ء

- ۳۰۔ نئے ادبی رجحانات - ڈاکٹر اعجاز حسین - اشاعت پنجم
کتابستان - الہ آباد - ۱۹۵۷ء
- ۳۱۔ نیرنگ خیال (حصہ اول) - محمد حسین آزاد - چمن بک ڈپو -
اردو بازار جامع مسجد - دہلی

رسالہ

- ۱۔ ابلاغ - جلد ۱ - شماره ۱ - کراچی - ۱۹۸۱ء
- ۲۔ اوراق - جلد ۲۱ - شماره ۷ - ۸ - دفتر اوراق چوک اردو بازار
لاہور - جولائی - اگست - ۱۹۷۹ء
- ۳۔ علیگزادہ تاریخ ادب اردو (پہلی جلد) - شعبہ اردو -
علیگزادہ مسلم یونیورسٹی - علیگزادہ - ۱۹۶۱ء
- ۴۔ فکر و نظر - جلد ۲۶ - شماره ۱ - علیگزادہ مسلم یونیورسٹی
علیگزادہ - مارچ - ۱۹۸۹ء